بانی

مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

مدیر

مولانا محمد فیاض خان سواتی

اخبار الجامعہ

☆ ۷، جون ۲۰۲۱ء کو دوپہر کے وقت حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ دار الاہتمام جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تشریف لائے، احقر نے پہلے ان سے پیر صاحب کی رحلت پر تعزیت کی اور مختصر سی مجلس میں ان کے متعلق کچھ یادیں تازہ کیں اور پھر واپسی پر اپنی چند کتب و رسائل انہیں ہدیۃً پیش کئے، جو انہوں نے چوم کر قبول فرمائے، احقر نے انہیں یہ بھی بتایا کہ پیر صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ جب آپ میرے پاس دار العلوم زکریا آئیں گے تو میں آپ کو بعض مخصوص چیزوں کی زیارت کراؤں گا، لیکن افسوس کہ ان کی زندگی میں ایسا نہ ہو سکا اور میں ان زیارات سے محروم رہ گیا، اس پر صاحبزادہ صاحب نے بھی فرمایا کہ آپ جب بھی تشریف لائیں، وہ وعدہ وفا کیا جائے گا، اس پر میں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گو بھی ہوں کہ اللہ کریم پیر صاحب کو جنت الفردوس کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور ان کے صاحبزادگان کو ان کے نقشِ قدم کا امین بنائے، آمین یارب العالمین۔

☆ ۸ جون ۲۰۲۱ء کو نمازِ عشاء سے تھوڑی دیر قبل جامعہ نصرۃ لعلوم میں رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مولانا سید عبد الخبیر آزاد حفظہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے، علماء و طلباء سے ملاقات کے بعد احقر کے ساتھ بھی تھوڑی دیر کے لئے نشست کی اور حالاتِ حاضرہ سے آگاہی فرمائی، بندہ نے انہیں رؤیتِ ہلال کمیٹی کی سربراہی پر مبارک باد پیش کی، واپسی پر انہوں نے مجھے دعا کے لئے کہا تو میں نے عرض کیا کہ آپ ہی دعا فرما دیجئے تو کہنے لگے کہ آپ ہمارے استاذ بھی ہیں آپ ہی دعا کرا دیں، بندہ نے ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقیات سے نوازے، حاسدین کے شرور سے محفوظ رکھے، اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے اور قبولیت کے ساتھ آخرت کا ذخیرہ بھی بنائے، آمین یا الٰہ العالمین۔

مولانا آزاد ہماری ہر شادی و غمی میں برابر شریک رہتے ہیں، ان کی دینی تعلیم کا آغاز بھی جامعہ نصرۃ العلوم سے ہی ہوا تھا اور انہوں نے اور ان کے چھوٹے بھائی سید عبد البصیر آزاد نے فقہ کی بنیادی کتاب ''نور الایضاح'' احقر سے پڑھی تھی، اللہ کریم انہیں سدا خوش رکھے اور ہمیشہ اہلِ حق سے وابستہ رکھے، میں جامعہ نصرۃ العلوم میں ان کی آمد پر صمیمِ قلب سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

☆ ☆ ☆ ☆

جولائی ۲۰۲۱ء | جلد ۲۶ | شمارہ ۷

فہرست

پوسٹ کوڈ 52250 فون 055.4218530، 0302-6693479 ای میل: nusratululoom@gmail.com
زرخریداری بیرونی ممالک امریکہ، یورپ 35 امریکی ڈالر، مشرق وسطیٰ 80 ریال اندرون ملک فی پرچہ 20 روپے سالانہ 250 روپے
ناشر مولانا محمد فیاض خان سواتی
طابع زاہد بشیر پرنٹنگ پریس 13/27 دہلگن روڈ لاہور

حالات وواقعات

--- ○ ---

مولانا زاہدالراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

عورت کا وراثتی حق اور لاہور ہائی کورٹ

روز نامہ اوصاف لاہور ۲۷، جولائی ۲۰۲۱ء کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیں۔

''لاہور ہائی کورٹ نے بہن کو ۲۳ سال تک وراثتی جائیداد سے محروم رکھتے ہوئے بھائیوں کے حق میں ٹرائیل کورٹ کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا، جسٹس شاہد ہلال حسن نے اللہ وسائی کی نظر ثانی کی اپیل پر فیصلہ جاری کیا، فیصلے میں کہا گیا ہے کہ دکھ کی بات ہے کہ بی بی اللہ وسائی نے اپنے بھائیوں سے اپنے حق کیلئے ۲۳ سال تک لڑتے لڑتے وفات پا گئی ہے، مسلم ریاست ہونے کے ناطے سے وراثت کا حق سب کو ملنا چاہئے، انہوں نے کہا کہ ہم بحیثیت قوم ۲۱ ویں صدی میں بہت دور نکل آئے ہیں، انہوں نے کہا کہ اسلام کے آنے کے ۱۴۰۰ سال بعد بھی لوگ عورتوں کے وراثتی حقوق نہیں دینا چاہتے۔''

کیس کی تفصیلات تو خبر میں موجود نہیں ہیں، مگر یہ بات واضح ہے کہ مسلم معاشرہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور وقانون کے ہوتے ہوئے بھی ایک خاتون کو پون صدی کے لگ بھگ اپنی وراثت کے جائز حق کے لئے اپنے ہی بھائیوں سے عدالتی جنگ لڑنا پڑی ہے اور بالآخر وہ اس حالت میں زندگی کے دن پورے کر کے اپنے رب کے پاس چلی گئی ہے۔

عورتوں کے حقوق ومفادات انسانی معاشرہ کا ہمیشہ سے بڑا مسئلہ رہے ہیں اور اس عنوان سے مختلف طبقات کے درمیان طویل کشمکش کے باوجود عورت اپنے جائز اور مسلمہ حقوق سے ابھی تک محروم چلی آ رہی ہے، جبکہ عورت کی آزادی اور حقوق کے نام پر ہر طرف جدوجہد کا غلغلہ ہے اور دنیا بھر میں ہزاروں این۔ جی۔ اوز اس کے لئے اپنے زعم میں برسر پیکار ہیں، اسلام نے چودہ سو سال قبل کی معاشرتی روایات کو رد کرتے ہوئے نہ صرف بچیوں کے قتل کو جرم قرار دے کر عورت کہ زندگی کا حق دلوایا تھا بلکہ اسے ملکیت وراثت کے ساتھ ساتھ رائے کا حق اور اجتماعی معاملات میں شرکت ومشاورت کا حق بھی دلوایا تھا جو قرآن وسنت اور فقہ وشریعت کے حکمرانی کے دور میں اسے

حاصل رہا اور اسلامی تاریخ اس حوالہ سے شاندار ریکارڈ رکھتی ہے، مگر نو آبادیاتی دور نے عالم اسلام میں مسلم سوسائٹیوں کا جس بری طرح حلیہ بگاڑا ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہمارے ہاں یا تو علاقائی اور قومیتی روایات کے سہارے عورت کو وراثت کے حق تک سے محروم رکھا جا رہا ہے بلکہ دوسری طرف اسے مطلق آزادی کے نام پر مادر پدر آزاد سوسائٹی کی نمائندہ بنانے کی مہم جاری ہے، جس سے وہ اپنے اصل اور جائز حقوق سے بھی محروم ہو کر رہ گئی ہے۔

پاکستان میں جب بھی عورت کی مظلومیت اور اس کے حقوق کی آواز اٹھی ہے ہم نے ہر موقع پر عرض کیا ہے کہ اس کے لئے ہمیں افراط و تفریط کے ماحول سے نکل کر قرآن و سنت کی تعلیمات اور خلافت راشدہ کی شاندار روایات کی طرف واپس آنا ہوگا ورنہ ہم عورت بلکہ کسی بھی طبقہ کو اس کے جائز حقوق مہیا نہیں کر سکیں گے۔

عورت کے حقوق کے تعین اور ادائیگی کے لئے ہمیں یورپ اور امریکہ کے معاشرتی ماحول کو نہیں بلکہ اپنے ملک کے سماجی تناظر کو دیکھنا ہوگا، ہماری یہ نفسیات بن چکی ہیں کہ تناظر اور ماحول تو یورپ اور امریکہ کا سامنے رکھتے ہیں اور مسائل پاکستان، ایشیا اور عالم اسلام کے حل کرنا چاہتے ہیں، جبکہ مختلف زمانوں میں اور مختلف علاقوں کے سماج کا پس منظر اور ماحول ایک دوسرے سے ہمیشہ مختلف رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔

ہمارے سماجی تناظر میں عورت کے حقوق سے محرومی اور مظلومیت کے مسائل یہ نہیں کہ اس نے لباس کس سائز کا پہن رکھا ہے اور اسے اپنے جسم اور حسن کی نمائش کے مواقع میسر ہیں یا نہیں؟ بلکہ ہمارے ہاں عورت کی مظلومیت کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسے خاوند سے مہر اور باپ سے وراثت کا حق عام طور پر نہیں ملتا اور اس کے ساتھ ہمارا معاشرتی رویہ خلافت راشدہ کے دور کی بجائے اپنے علاقائی ماحول اور تناظر میں تشکیل پاتا ہے جسے مسلمانوں کی روایات قرار دے کر ہم مظلومیت کے اس ماحول کو باقی رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ہم لاہور ہائی کورٹ کے ان ریمارکس کا خیر مقدم کرتے ہوئے ریاستی اداروں اور عورت کے حقوق کے لیے کام کرنے والی سنجیدہ تنظیموں سے گزارش کریں گے کہ وہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور و قانون کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی تعلیمات اور خلافت راشدہ کی روایت و ماحول کے مطابق اپنے معاشرہ کی تشکیل نو کی محنت کریں، یہ بہت مشکل کام ہے مگر اس کے سوا ہمارے سماجی مسائل اور عورتوں سمیت مختلف طبقات کی مظلومیت سے نجات دلانے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے، اللہ پاک ہم سب کو اس کیلئے مخلصانہ محنت کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ) --- ○ --- مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

بانی جامعہ نصرۃ العلوم

آغاز واختتام قرآن کی دعا اور عربی زبان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ۔o (البقرہ۔۱۷۷)

وقال اللّٰہ تبارك وتعالٰی۔

وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّرَحْمَۃً، وَھٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا، وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَo (الاحقاف۔۱۲)

محترم حاضرین وبرادرانِ اسلام!

ربطہ خطبات

گزشتہ تین خطباتِ جمعہ میں، میں نے آپ کی خدمت میں ایمان اور ایمانیات کے سلسلے میں کتابِ الٰہی اور کتب سماویہ پر ایمان لانے کا ذکر کیا تھا، یہ ضروری ہے کیونکہ تمام کتب سماویہ پر بالعموم اور قرآن کریم پر بالخصوص ایمان لائے بغیر کسی آدمی کا ایمان صحیح نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی تلاوت کردہ آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ نیکی اُس شخص کی نیکی ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، ملائکہ اور تمام کتابوں پر ایمان لایا۔ اس کے بعد نبیوں کا ذکر ہے۔ میں کتابِ الٰہی پر ایمان لانے کا ذکر کر رہا تھا، آج بھی اسی سلسلے میں بات ہوگی۔ اِس آخری دور میں قرآن پاک پر خاص طور پر ایمان لانا ضروری ہے، جبکہ باقی کتب سماویہ پر اجمالاً ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ضروری ہے، البتہ قرآن پاک کی تصدیق کے ساتھ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی

ہدایت کیلئے اس میں سارا پروگرام بیان کر دیا ہے اور دین کی تکمیل بھی کر دی ہے، اس کے بعد کوئی اور پروگرام نہیں آئے گا، بلکہ اس کے بعد قیامت کی منزل ہی آئے گی اور جزائے عمل کا دور شروع ہو جائے گا، قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب، صحیفہ یا شریعت نہیں آئے گی، یہ ساری باتیں قرآن سے پہلے ہو کر معاملات ختم ہو چکے ہیں۔

تورات اپنے دور میں

اللہ تعالیٰ نے اس آخری کتاب کے بارے میں سورۃ الاحقاف کی تلاوت کردہ آیت میں ارشاد فرمایا ہے وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اس کتاب قرآن پاک سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب (تورات) کو نمایاں حیثیت عطا فرمائی تھی، وہ لوگوں کی پیشوائی کرنے والی اور اُن کیلئے بمنزلہ رحمت کے تھی، اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی کتاب کا ذکر کیا ہے جو کہ کتب سماویہ میں بڑی شان اور عظمت والی کتاب تھی، قرآن اور انجیل میں اس کتاب کا نام تورات ہی بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اُس دور کے لوگوں کیلئے امام، ہادی، پیشوا اور باعثِ رحمت بنا دیا۔

قرآن بطور مصدق سابقہ کتب

اور پھر آخر میں قرآن پاک کو سب سے زیادہ فضیلت بخشی۔ یہاں فرمایا ہے وھٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ یہ کتاب پہلی تمام کتب سماویہ کی تصدیق کرنے والی ہے، جیسا کہ حضور علیہ السلام پہلے تمام انبیاءؑ کی تصدیق کرنے والے ہیں، آپؐ سب سے آخر میں آئے اور سب کی تصدیق کی، ہر نبی اپنے سے پہلے نبیوں کی تصدیق کرتا ہے اور اپنی نبوت پر ایمان اور یقین رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ شریعت پر بھی ایمان اور یقین رکھتا ہے اور ہر دور کے ہر مومن کو بھی اس پر ایمان رکھنا چاہئے، ہر نبی نے یہی تعلیم دی ہے۔

تو یہ آخری کتاب قرآن پاک پہلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ فرمایا نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ o (آل عمران۔۳) اے پیغمبرؐ! اللہ نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، منجملہ اُن کے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تورات اور انجیل بھی ہیں، علاوہ ازیں بعض نبیوں پر صحیفے بھی اللہ نے نازل فرمائے، اُن سب کی یہ کتاب تصدیق کرتی ہے کہ وہ سب برحق ہیں، اگر ان کتب سماویہ میں کوئی خرابی آئی ہے تو وہ خود اُن کے ماننے والوں نے ڈالی ہے، تورات کو ماننے والے نالائق ثابت ہوئے، یہودیوں نے اس میں گڑبڑ کی جیسا کہ فرمانِ

الٰہی ہے، مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ (النسآء۔۴۶) بعض یہودیوں نے کلام الٰہی کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا اور اصل احکام کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ انجیل والوں نے اپنی کتاب میں اتنی تحریف کی کہ اصل انجیل کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کہاں گئی، اب تو چار بناوٹی انجیلیں ہی ملتی ہیں جن کو کتب مقدسہ کہا جاتا ہے اور پانچویں برناباس انجیل بھی ہے، علاوہ ازیں بھی اتنے نسخے ہیں کہ کل ایک سوبیس انجیلیں شمار کی جاتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایک ہی نازل فرمائی تھی جو کہ سریانی زبان میں تھی، پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا، تورات بھی عبرانی زبان میں ہی تھی۔

اور قرآن پاک کو اللہ نے عربی زبان میں نازل کیا، جیسا کہ آج کی تلاوت کردہ آیت میں فرمایا لِسَانًا عَرَبِيًّا اللہ کا قانون ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ (ابراہیم۔۴) ہم نے اپنا رسول اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ احکام الٰہی کھول کر قوم کے سامنے بیان کر دے۔ حضور خاتم النبیینؐ چونکہ عرب قوم سے تعلق رکھتے تھے، لہٰذا اللہ نے اُن پر کتاب بھی عربی زبان میں نازل فرمائی۔ چنانچہ اللہ کے آخری نبی اپنی قومی زبان میں لوگوں کی تفہیم کرتے تھے اور عرب لوگ خوب سمجھتے تھے کہ اللہ کا نبی کیا کہہ رہا ہے، وہ آپؐ کی بات سمجھ کر ہی تو مخالفت کرتے تھے، غرضیکہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا جو پیغمبر آخر الزمانؐ اور آپ کی قوم کی زبان تھی۔

سابقہ کتب سماویہ میں تحریف

میں نے عرض کیا کہ آسمانی کتب وصحائف میں اگر کوئی خرابی پیدا ہوئی ہے تو اُن کے ماننے والوں کی وجہ سے ہوئی ہے، انہوں نے اپنی کتابوں میں نہ صرف مفہوم بدل دیا بلکہ لفظوں میں بھی تحریف کر دی، شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا خیال ہے کہ الفاظ سے زیادہ معانی میں تبدیلی کی گئی ہے، یعنی اس وقت جو تورات اور انجیل دنیا میں موجود ہے اُن میں یہودیوں نے الفاظ بھی تبدیل کر دیے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ تورات میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ اُس کا آخری نبی دس ہزار قدسیوں کی جماعت میں فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوگا، اُس کے ہاتھ میں آتشین شریعت ہوگی، وہ دنیا کی قوموں سے محبت کرنے والا ہوگا اور دنیا اُس کے قدموں میں اکٹھی کی جائے گی، اب آپ حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ سے مکہ پر چڑھائی کر کے آئے تھے تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ کی جماعت تھی، یہی دس ہزار قدسیوں کی جماعت ہے جس کا ذکر پچھلی صدی تک تورات میں موجود تھا،

مگر گزشتہ ڈیڑھ صدی میں یہودیوں نے اور عیسائیوں نے دس ہزار کا لفظ ہی بدل دیا ہے اور اس کی بجائے لاکھوں کا لفظ داخل کر دیا ہے، وجہ یہی ہے کہ اصل لفظ دس ہزار سے حضور خاتم النبیینؐ کی نبوت ورسالت ثابت ہوتی تھی مگر وہ تو حضور علیہ السلام کو اللہ کا رسول ہی ماننے کیلئے تیار نہیں، نہ وہ قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہیں بلکہ اپنی ضد، عناد اور تعصب پر ہی اڑے ہوئے ہیں۔

تاریخ سے زیادہ مستند ماخذ حدیث کی کتب بخاری و مسلم ہیں، ان میں حضرت انسؓ کی روایت موجود ہے کہ جب حضور علیہ السلام ۸ھ میں مکہ فتح کرنے کیلئے آئے تھے تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ کی جماعت تھی، جن میں مہاجرین تھے اور انصار بھی تھے۔ تورات کی یہ پیشین گوئی یہود و نصاریٰ کے جھوٹے ثابت ہونے کیلئے کافی تھی لہٰذا انہوں نے دس ہزار کا لفظ ہی بدل دیا۔ فاران کی چوٹیاں مکہ کی پہاڑیاں ہی تو ہیں، جن سے جلوہ گر ہونے کی پیشین گوئی کی گئی تھی، یہ یہود و نصاریٰ کی سنگدلی، تعصب، عناد اور اسلام دشمنی کا واضح ثبوت ہے، غرضیکہ یہود و نصاریٰ نے معانی میں تو بہت گڑبڑ کی ہے، الفاظ بھی بدل دیے ہیں، اہل علم پادریوں نے تسلیم کیا ہے کہ انجیل میں کم از کم تین ہزار غلطیاں ہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں نے ڈالی ہیں، اللہ نے ایسی کوئی بات نازل نہیں کی تھی، بلکہ جو کچھ نازل کیا تھا، وہ برحق تھا، اب یہ غلطیاں ایسی ہیں کہ توحید کی بجائے شرک، ایمان کی بجائے کفر ڈال دیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو کفر اور شرک کو کبھی روا نہیں رکھا، ہر آسمانی کتاب اور ہر نبی نے لوگوں کو یہی کہا کہ کفر قبیح بیماری ہے، اس سے توبہ کرو، مگر تورات اور انجیل میں شرکیہ باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

عصمتِ انبیاءؑ

قرآن تو سارے نبیوں کی طہارت اور پاکیزگی کو بیان کرتا ہے، وہ مجرم اور گنہگار نہیں تھے، ہر قسم کے صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے پاک تھے، اگر کبھی کوئی معمولی لغزش بھی ہو جاتی تھی تو اوپر سے فوراً گرفت آ جاتی تھی اور اللہ کا نبی امتحان اور ابتلا میں ڈال دیا جاتا تھا، اللہ کا فرمان ہے وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ o (ص۔۴۷) انبیاء سارے کے سارے ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں تھے۔ تورات اور انجیل میں آج بھی انبیاء کی یہ صفات موجود ہیں کہ وہ خدا کی عبادت کرنے والے، اُس کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنے والے، پاکیزہ اخلاق والے تھے، مگر یہود و نصاریٰ نے انبیاء کی طرف نہایت گندی باتیں منسوب کر دی ہیں، کسی نبی کو نعوذ باللہ زانی کہا گیا ہے اور کسی کو شرابی، کسی کے متعلق کہا ہے کہ وہ ننگا ناچتا تھا اور کسی کو شرک میں مبتلا بتایا گیا ہے، اب آپ خود ہی

موازنہ کرلیں کہ قرآن پاک انبیاء کے متعلق کیا کہتا ہے اور تحریف شدہ تورات اور انجیل میں کیا کہا گیا ہے، آج اگر کوئی شخص قرآن سے مستفید ہوئے بغیر صرف تورات اور انجیل پر ہی انحصار کرے تو وہ یہی سمجھے گا کہ اللہ کے نبی بھی اسی طرح برائیوں میں ملوث ہوتے تھے جس طرح آج ہم ہورہے ہیں، یہ تو قرآن کی برکت ہے کہ اُس نے اللہ کے نبیوں کی پوزیشن کو واضح کر دیا ہے، اُن کی طہارت و پاکیزگی، اعلیٰ اخلاق، خشوع وخضوع اور ان کے انتخاب من اللہ کو قرآن نے بیان کر دیا ہے، آدم علیہ السلام سے لے کر حضورؐ تک سارے نبی اللہ کے پاکیزہ بندے تھے خواہ وہ کسی سرزمین میں اور کسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہوں۔

عربی زبان کی فوقیت

اللہ کی یہ آخری کتاب پہلی کتابوں کی تصدیق کنندہ اور عربی زبان میں ہے، اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کو باقی زبانوں پر فوقیت عطا فرمائی ہے، طبرانی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا احبوا العرب لثلاث لانی عرببی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة عربی یعنی عربی زبان کے ساتھ تین وجوہات کی بنا پر محبت کرو اور وہ یہ کہ میں خود عربی ہوں، قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ جنتی لوگوں کو عربی سیکھنی نہیں پڑے گی بلکہ خود بخود اُن کی زبان پر جاری ہو جائے گی اور عجمی لوگ جو انگریزی، اردو یا کوئی اور زبان بولتے ہیں جنت میں جا کر عربی بولنے لگیں گے، لہٰذا عربوں سے محبت رکھو، اُن سے نفرت نہ رکھو۔

عربی زبان بڑی اہمیت کی حامل ہے مگر اب اس کی ضرورت اسی قدر محسوس کی جاتی ہے کہ مشرق وسطیٰ کے ممالک میں ملازمت یا کاروباری مقصد کیلئے جانے کیلئے کام آسکے، مگر عربی زبان کو بطور زبان سیکھنا نہایت اہم ہے، جیسا کہ قدیم زبانوں میں لوگوں نے عربی کو اپنا لیا تھا، مصریوں کی اپنی زبان تو قبطی تھی مگر قرآن کی بدولت آج مصر کی سرکاری زبان عربی ہے، مراکش، تیونس، الجیریا اور عراق کی زبان بھی عربی نہیں تھی، مگر انہوں نے قرآن کی زبان کو قبول کر لیا ہے اور اب اُن کی سرکاری زبان عربی ہے۔

ہماری قومی زبان کی حالت

ادھر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نہ عربی زبان جانتے ہیں، نہ فارسی اور نہ ہی ہماری اپنی کوئی قومی زبان ہے۔ ہماری گردنوں پر انگریزی کا بھوت سوار ہے۔ کہنے کو تو ہماری قومی زبان اردو ہے مگر ہم ابھی تک انگریزی کا جوا اپنے

کندھوں سے نہیں اتار سکے، اب بھی ساری خط وکتابت انگریزی میں ہوتی ہے، بلاشبہ دفتری زبان اب بھی انگریزی ہی ہے۔ ہم بحیثیت زبان انگریزی کے مخالف نہیں ہیں، کیونکہ ہر زبان ورنگت اللہ کی رحمت کی نشانی ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ۔ (الروم ۔۲۲) آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ چین اور جاپان والوں کی زبان الگ ہے، امریکہ، برطانیہ کی زبان دوسری ہے، جرمنی اور روسی مختلف زبانیں بولتے ہیں، یہ زبانیں اور رنگتیں دیکھ کر خدا تعالیٰ کی پہچان ہوتی ہے، لہٰذا ہم بحیثیت زبان کسی زبان کی مخالفت نہیں کرتے، ہم تو چاہتے ہیں کہ ہماری بھی کوئی اپنی زبان ہونی چاہئے۔

بلاشبہ انگریزی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، بطور زبان تو اس کی مخالفت کوئی بےوقوف ہی کرسکتا ہے، اسی زبان میں سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور میڈیکل کا وسیع ذخیرہ ہے، مگر ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارے لئے پہلا نمبر عربی کا ہونا چاہئے، اس کے بعد فارسی کا اور پھر انگریزی کا۔ اس کے بعد ہماری قومی زبان کو ترجیح ہونی چاہئے، جسے سارے صوبوں والے یکساں طور پر سمجھتے ہیں۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو دنیا بھر میں انگریزی بولنے والوں کی نسبت اردو بولنے والے زیادہ لوگ ہیں۔ برصغیر کے سارے لوگ ہی اردو سمجھتے اور بولتے ہیں، مشرق وسطیٰ اور باہر کے لوگ بھی اردو خوب سمجھتے ہیں مگر اس کو پاکستان میں بھی سرکاری حیثیت حاصل نہیں ہے، ہندوستان میں ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا ہے مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکے، کیونکہ اردو تو وہاں برابر چل رہی ہے، اندرا گاندھی لاکھ ہندی کو قومی زبان قرار دے مگر اس کی اپنی مادری زبان تو اردو ہی ہے، لہٰذا مادری زبان اور عام مسلمانوں کی زبان ہونے کی وجہ سے اردو کی اہمیت کم تو نہیں ہوسکتی۔ ہاں اگر سختی سے دبا کر کسی چیز کو کم کرنے کی کوشش کی جائے تو آخرکار ضعف پیدا ہو ہی جاتا ہے۔

ہمارا فرض تھا کہ ہم پہلے دن سے اردو کو وقعت دیتے، ہم عام تعلیم اور سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم اس زبان میں دیتے، اسی زبان میں اصطلاحات نکالتے، اس سلسلہ میں پہلے تجربات ہو چکے ہیں، حیدرآباد دکن کی سرکاری زبان اردو تھی، انہوں نے اردو کو دس لاکھ نئے الفاظ دیے، تمام محکمے اردو زبان استعمال کرتے تھے، مگر ہمارے ہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا، بلکہ ابھی تک انگریزی زبان کو ہی غلبہ حاصل ہے اور اردو بےوقعت ہی ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ ہمارے ہاں اردو زبان کو سرکاری حیثیت کب حاصل ہوگی، کب خطوط، احکام اور سرکلر اردو زبان میں جاری ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ پاکستان کی سرزمین میں وہ وقت کب آئے گا۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا اللہ تعالیٰ کی یہ آخری کتاب (قرآن) سابقہ کتب سماویہ کی تصدیق کرتی ہے اور عربی زبان میں ہے، مسلمانوں کے لئے عربی زبان کو بہت وقعت حاصل ہے، کیونکہ ہماری تو عبادت بھی عربی کے بغیر مقبول نہیں ہوتی، یہ ہماری مذہبی زبان ہے، اس کو ضرور سیکھنا چاہئے، اگر ہم عبادات کی حد تک بھی عربی سیکھ لیں تو قرآن کو سمجھنے میں کچھ نہ کچھ صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے، جب تک انسان اصلی زبان اور اصلی ماخذ سے باخبر نہ ہو وہ کسی زبان میں مہارت پیدا نہیں کر سکتا۔

نزولِ قرآن کی حکمت

اور پھر قرآن کے نزول کی حکمت بھی اللہ تعالیٰ نے اسی تلاوت کردہ آیت میں بیان فرمائی ہے لِيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تاکہ کفر و شرک اور دیگر برائیوں جیسے ظلم کرنے والوں کو اس قرآن کے ذریعے ڈرایا جائے کہ برائی کا نتیجہ برا ہی برآمد ہوگا، لہٰذا برائیوں کو ترک کر کے ایمان کا راستہ پکڑ لو۔ یہ ڈرانے والی بات بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ دنیا کی اکثریت برائی میں مبتلا ہے، اور نیکی بہت کم ہے، کفر و شرک کا غلبہ اور ایمان کی قلت ہے، دنیا کی پانچ ارب آبادی میں سے ایک ارب لوگ بھی کامل ایماندار نہیں ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ اِن کو ڈرایا جائے اور قرآن کی غرض و غایت بھی یہی بیان کی گئی ہے، اگر برائی کو ترک کر کے ایمان قبول نہیں کرو گے تو یقیناً تباہ ہو جاؤ گے، لہٰذا انذار ضروری ہے اور سارے نبیوں کی ایک ڈیوٹی یہ بھی رہی ہے کہ لوگوں کو ان کے برے انجام سے ڈرا دیں۔

نیکوکاروں کیلئے بشارت

اور پھر آیت کے آخر میں فرمایا ہے وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ o اور آپ نیکی کرنے والوں کو بشارت بھی سنا دیں۔ جو شخص ایمان لا کر نیک کام انجام دیتا ہے، توحید پر کاربند اور شرک سے متنفر ہو جاتا ہے، انفاق اور بے عملی کو ترک کر کے اعمال صالحہ انجام دینے لگتا ہے، بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرتا ہے، نیز اپنے خدا تعالیٰ کے اور بنی نوع انسان کے حقوق بھی ادا کرتا ہے، وہ محسن بن جاتا ہے، آپ اس کو خوشخبری سنا دیں کہ تمہارے لیے اللہ کے ہاں کامیابی ہے، اور تمہیں خوش ہو جانا چاہئے کہ تمہارے سامنے اچھا انجام آنے والا ہے فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ

عِـنْـدَ مَـلِيْكٍ مُّـقْتَدِرٍ o (القمر۔۵۵) ایسے لوگ اپنے قدرت رکھنے والے رب تعالیٰ کے ہاں سچائی کے مقام میں ہوں گے، اَنَّ لَهُـمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (یونس۔۲) ایمان اور احسان کی بدولت ان کیلئے ان کے رب کے ہاں سچائی کا قدم ہوگا اور حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی ہے الـقـران حـجة لك او عـليك یعنی اے اولادِ آدم! قرآن پاک قیامت والے دن تیرے حق میں یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ کونسان راستہ اختیار کرتے ہو، حق والا یا مخالفت والا۔ اگر قرآن کو مان لو گے، اس کی تصدیق کرو گے تو یہ تمہارے حق میں گواہی دے گا کہ پروردگار! یہ ماننے والا ہے، اس کو معاف کر دے، اور اگر اس سے اعراض کرو گے تو اللہ کا رسول بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ (الفرقان۔۳۰) اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

آغاز تلاوت قرآن پر دعا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ تلاوت قرآن کا آغاز کرتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بسا اوقات یوں دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُـمَّ اِنِّى عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِىْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِىَّ حُكْمكَ عَدْلٌ فِىَّ قَـضَـاؤُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِىْ كِتٰبِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَـلْـقِكَ اَوِاسْتَـأْثَـرْتَ بِـهٖ فِـىْ عِـلْـمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِىْ وَنُوْرَ بَصَرِىْ وَجِلَآءَ حُزْنِىْ وَذِهَابِ هَمِّىْ۔

اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں، اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پریشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے حق میں تیرا ہر حکم نافذ ہے اور تیرا ہر فیصلہ عدل ہے میرے بارے میں، میں تیرے ہر اُس نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو تُو نے اپنے لئے استعمال کیا ہے یا تو نے اسے کسی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا ہے یا اپنے ہی علم غیب میں اس کو پوشیدہ رکھا ہے، یہ کہ تو قرآن پاک کو میرے دل کی بہار، میرے آنکھوں کا نور، میرے غم کا دور کرنے والا اور میرے فکر کے ازالہ کا ذریعہ بنا دے۔

دیکھو یہ کتنی اچھی دعا ہے، حضور علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہا اور بندے اور بندی کا بیٹا کہا ہے گویا یہ عقیدہ سمجھا دیا ہے کہ عیسائیوں والا عقیدہ نہ اختیار کر لینا کہ کسی کو مادرِ خدا اور کسی کو فرزندِ خدا کہہ دو۔ پیشانی کے بال اور خدا

تعالیٰ کے ہاتھ میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور کوئی بھی اُس سے بے نیاز نہیں ہے، قرآن پاک میں صراحتاً بھی موجود ہے مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ (ھود۔۵۶) اللہ تعالیٰ زمین پر چلنے پھرنے والے ہر جاندار کو پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے، یعنی ہر جاندار اور ہر چیز پر اُسی کا تصرف ہے، مخلوق کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے، مولا کریم، سارا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے، میرے بارے میں تیرا ہر حکم اور ہر فیصلہ مبنی بر عدل ہے، اس میں ظلم و زیادتی کا کوئی شائبہ نہیں ہوسکتا، جو اس کے خلاف اعتقاد رکھے گا وہ کافر یا مشرک بن جائے گا، عرض کیا کہ میں تیرے ہر اُس اسم پاک کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو کسی بھی صورت میں تیرے ساتھ منسوب ہے کہ قرآن پاک کو میرے دل کی بہار بنادے یعنی میرے دل کی خوشی قرآن پاک کے ساتھ ہو۔

دوسری حدیث میں آتا ہے کہ مولا کریم! قرآن پاک کو میرے ذوق وشوق کے ساتھ ملا دے تا کہ میرے رگ و ریشہ میں قرآن کی محبت اور اس کے حکم کی تعمیل اتر جائے، تیرا یہ کلام برحق اور منبع ہدایت ہے، قرآن کو میری نگاہوں کا نور بنادے، یعنی میں جس طرف نگاہ اٹھاؤں قرآن کی روشنی نظر آئے، گویا قرآن کو میری نگاہوں میں بسا دے، اور اس قرآن کے ذریعے میرے غم اور اندیشے دور ہو جائیں، قرآن پر عمل، اس پر عقیدہ، اس کی نشر و اشاعت اور اس کو پڑھنا پڑھانا میرا مشن بن جائے، میرا نظریہ حیات بن جائے، قرآن ایک ایسی حقیقت ہے کہ اللہ کے نبی نے اس طرح دعا فرمائی ہے۔

جب قرآن پاک کی تلاوت مکمل کرتے تو آپؐ یہ دعا بھی پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِىْ فِىْ قَبْرِىْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِىْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لِىْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًا وَّرَحْمَةً۔ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِىْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِىْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِىْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِىْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اے اللہ! قرآن کی وجہ سے میری قبر میں انس پیدا کردے اور اس کی برکت سے مجھ پر رحم فرما۔ قرآن کو میرا پیشوا، نور، ہدایت اور رحمت بنادے، مولا کریم! اگر میں اس میں سے بھول جاؤں تو مجھے یاد کرادے اور میں اس میں سے جس چیز میں ناواقف ہوں، وہ مجھے سکھلا دے، مجھے رات دن تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمادے اور اس کو میرے حق میں حجت بنادے، اے جہانوں کے پروردگار۔

حضور علیہ السلام یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا میں اللہ کو رب بنا کر راضی ہوں

وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا اور اسلام کو بطور دین قبول کر کے راضی ہوں۔ وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر راضی ہوں۔ وَبِالْقُرْاٰنِ حَکَمًا وَّاِمَامًا اور قرآن پاک کو فیصلہ کرنے والا اور پیشوا بنا کر راضی ہوں، یعنی قرآن جو بھی فیصلہ کرے، میرا اس پر ایمان ہے اور میں اس کو ماننے والا ہوں۔

دعائیہ کلمات

آپ کا ایک ساتھی آج وفات پا گیا ہے، اس کا جنازہ پڑھنا ہے، بہت نیک آدمی تھا، مولانا محمد الیاس کے ساتھ ہی وقت گزارا تھا، تبلیغ میں حصہ لیتا تھا، زندگی اللہ کے قبضے میں ہے، جب چاہے اپنے پاس بلا لے، ہر انسان کو کوشش اور تمنا کرنی چاہئے کہ اسلام کی حالت میں اچھے عقیدے اور ایمان پر خاتمہ ہو۔

اپنے ساتھی حافظ محمد بشیر احمد جو آپ کو ماہ رمضان میں قرآن سناتے ہیں، ایک ایکسیڈنٹ میں ان کی ٹانگ زخمی ہوگئی ہے، پلستر لگا ہوا ہے، ان کے حق میں صحت کی دعا کریں۔ اللہ پریشانی کو دور کرے۔ شیخ الحدیث صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حامد صاحب تین ہفتے سے میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں، اُن کے ناک کے دو تین آپریشن ہو چکے ہیں اور کان کا آپریشن ابھی باقی ہے، دورۂ حدیث کے طالبعلم ہیں، آج کل امتحان بھی شروع ہونے والا ہے، ظاہر ہے کہ وہ امتحان نہیں دے سکیں گے، ان کیلئے بھی صحت کی دعا کریں۔

باغبانپورہ کے امام مسجد مولانا احمد سعید صاحب دو ہفتہ سے سول ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ان کی نکسیر پھوٹ رہی ہے، دین کے خادم ہیں، ان کے لئے صحت یابی کی دعا کریں۔

ان کے علاوہ بھی جتنے مسلمان مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صحت کاملہ نصیب فرمائے، جو مسلمان وفات پا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی بخشش و مغفرت فرمائے۔ جو مسلمان پریشان حال ہیں، اللہ سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے اور نیک مقاصد پورے فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق پر چلنے کی توفیق بخشے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لآ اله الّا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ ۲۹ اپریل ۱۹۸۳ء)

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

چار چار نافع وضار اشیاء

امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن قیم الجوزیہؒ المتوفی ۷۵۱ھ رقمطراز ہیں۔

(فصل) (پوری ایک فصل کا ترجمہ احقر نے کر دیا ہے۔)(فیاض)

☆ اربعة تهدم البدن۔ چار چیزیں جسم کو گرا دیتی ہیں۔

الهم والحزن والجوع والسهر۔

(۱) غم (۲) اندوہ (۳) بھوک (۴) اور رات کی بیداری۔

☆ واربعة تفرح۔ چار چیزیں فرحت بخشتی ہیں۔

النظر الی الخضرة والی الماء الجاری والحبوب والثمار۔

(۱) سبزہ کی طرف دیکھنا (۲) جاری پانی کو دیکھنا (۳) دانوں کو دیکھنا (۴) اور پھلوں کو دیکھنا۔

☆ واربعة تظلم البصر۔ چار چیزیں نظر کو تاریک کرتی ہیں۔

المشی حافیا والتصبح والمساء بوجه البغیض والثقیل والعدو وکثرة البکاء وکثرة النظر فی الخط الدقیق۔

(۱) ننگے پاؤں چلنا (۲) بغض، بیماری اور دشمنی کے چہرہ کے ساتھ صبح وشام کرنا۔

(۳) زیادہ رونا (۴) اور باریک لکھائی زیادہ دیکھنا۔

☆ واربعة تقوی الجسم۔ چار چیزیں جسم کو مضبوط کرتی ہیں۔

لبس الثوب الناعم ودخول الحمام المعتدل واکل الطعام الحلو والدسم وشم الروائح الطیبة۔

(۱) ملائم کپڑے پہننا (۲) اعتدال سے غسل خانہ میں داخل ہونا۔

(۳) میٹھا اور چکنائی والا کھانا کھانا (۴) اور عمدہ خوشبوئیں سونگھنا۔

☆ واربعة تيبس الوجه وتذهب ماء ه وبهجته وطلاقته۔

چار چیزیں چہرہ کو خشک کرتی ہیں اور اس کے پانی، بہجت (تر وتازگی) اور خندہ پیشانی کو لے جاتی ہیں۔

الكذب والوقاحة وكثرة السوال عن غير علم و كثرة الفجور۔

(۱) جھوٹ (۲) بے شرمی (۳) بغیر علم کے زیادہ سوال کرنا (۴) اور گناہوں کی کثرت۔

☆ واربعة تزيد فی ماء الوجه وبهجته۔ چار چیزیں چہرہ کے پانی اور رونق کو زیادہ کرتی ہیں۔

المروؤ ة والوفاء والكرم والتقویٰ۔

(۱) مردانگی (۲) وفا (۳) فیاضی (۴) اور تقویٰ۔

☆ واربعة تجلب البغضاء والمقت ۔ چار چیزیں سخت دشمنی اور بغض کو کھینچتی ہیں۔

الكبر والحسد والكذب والنميمة۔

(۱) تکبر (۲) حسد (۳) جھوٹ (۴) چغلی۔

☆ واربعة تجلب الرزق ۔ چار چیزیں رزق کو کھینچتی ہیں۔

قيام الليل و كثرة الاستغفار بالاسحار وتعاهد الصدقة والذكر اول النهار وآخره۔

(۱) رات کا قیام (۲) سحری کے وقت استغفار کی کثرت۔

(۳) صدقہ کا اہتمام (۴) اور دن کی ابتداء واختتام میں ذکر کرنا۔

☆ واربعة تمنع الرزق۔ چار چیزیں رزق کو روکتی ہیں۔

نوم الصبيحة وقلة الصلاة والكسل والخيانة۔

(۱) صبح کے وقت سونا (۲) نماز کی کمی (۳) سستی (۴) اور خیانت۔

☆ واربعة تضر بالفهم والذهن۔ چار چیزیں ذہن اور سمجھ کیلئے ضرر رساں ہیں۔

ادمان اكل الحامض والفواكه والنوم على القفا والهم والغم۔

(۱) لگا تار کھٹی چیزیں اور پھل کھانا (۲) گدی کے بل لگا تار سونا۔

(۳) ہمیشہ رنجیدہ رہنا (۴) اور مسلسل غمگین رہنا۔

☆ واربعة تزيد فی الفهم۔ چار چیزیں سمجھ میں زیادتی کرتی ہیں۔

فراغ القلب وقلة التملی من الطعام والشراب فحسن تدبير الغذاء بالاشياء الحلوة والدسمة واخراج الفضلات المثقلة للبدن۔

(۱) فارغ البالی (۲) کھانے پینے سے دیر تک فائدہ نہ اٹھانا۔

(۳) میٹھی اور چکنائی والی چیزوں میں غذا کے اندر اچھی تدبیر اختیار کرنا۔

(۴) جسم کے لئے بوجھل فضلات کو نکالنا۔ (جو طبعی طور پر جسم کے منافذ سے نکلتے ہیں، مثلاً بول و براز، پسینہ اور تھوک وغیرہ)

☆ ومما يضر بالعقل ادمان اكل البصل والباقلا والزيتون والباذنجان وكثرة الجماع والوحدة والافكار والسكر وكثرة الضحك والغم۔

اور ان چیزوں سے گریز کرنا جو عقل کو ضرر پہنچاتی ہیں۔

(۱) لگاتار پیاز کھانا۔

(۲) لگاتار لوبیا کھانا۔

(۳) لگاتار زیتون کھانا۔

(۴) لگاتار بینگن کھانا۔

(۵) مجامعت کی کثرت۔

(۶) تنہائی کی کثرت۔

(۷) سوچ کی کثرت۔

(۸) نشہ کی کثرت۔

(۹) زیادہ ہنسی۔

(۱۰) اور زیادہ غم۔

☆ قال بعض اهل النظر قطعت فی ثلاث مجالس فلم اجد لذلك علة الّا انی اكثرت

من اکل الباذنجان فی احد تلك الایام و من الزیتون فی الآخر ومن الباقلا فی الثالث۔''

بعض اہل نظر کا کہنا ہے میں تین مجلسوں سے جدا کیا گیا، لیکن میں نے اس کے لئے کوئی بیماری نہیں پائی مگر اتنی بات ہے کہ میں نے ان دنوں میں سے ایک میں بینگن کثرت سے کھائے اور دوسرے میں زیتون اور تیسرے میں لوبیا۔''

(زَادُ المَعاد فی هَدْی خیر العباد عربی ج ۳ ص ۱۹۸، طبع مصر)

افادات: مولانا زاہد الراشدی

مرتب: حافظ کامران حیدر

حدیث وسنت کی قانونی حیثیت

[۱۶، جون ۲۰۲۱ء کو جامعہ اسلامیہ محمدیہ فیصل آباد میں ہفتہ وار خطاب]

بعد الحمد والصلوٰۃ!

آج کل سوشل میڈیا پر سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلیمان کا ایک انٹرویو گردش کر رہا ہے جس میں انہوں نے قرآن مجید اور سنت وحدیث کی قانونی حیثیت پر گفتگو کی ہے۔ لمبا انٹرویو ہے انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کہنا چاہتے ہیں وہ ایک طرف۔ مگر اس سے جو کچھ سمجھا گیا ہے اور جو سمجھا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں قانون کی بنیاد قرآن پاک تو ہے حدیث وسنت کی کچھ چیزیں ہیں، لیکن عموماً حدیث وسنت قانون کی بنیاد نہیں ہے۔ ان کی باتوں سے جو سمجھا گیا ہے وہ یہ ہے۔ سعودی عرب کا اپنا ایک نظام ہے آل الشیخ وہاں مذہبی، تعلیمی اور قانونی امور کے ذمہ دار ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ واضح کریں کہ سعودی عرب کا موقف کیا ہے؟ یہ ریاست کا موقف ہے یا شہزادہ کا موقف ہے اور پھر آل الشیخ یعنی شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کا خاندان سعودی عرب کے نظام حکومت میں برابر کا شریک ہے اور معاہدے کے تحت آل الشیخ مذہب، تعلیم اور قانون تینوں کے نگران ہیں۔ یہ ان کا کام ہے ان کو کرنا چاہیے۔ لیکن جو بات سمجھی جا رہی ہے اس کی اصولی پوزیشن کیا ہے؟ اس پر میں دو تین حوالوں سے بات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس سے مغالطے پھیلتے ہیں۔ شہزادہ محمد بن سلمان مسلمانوں کی بڑی شخصیت ہیں۔ دنیا بھر میں اس سلسلہ میں مغالطے اور غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں۔ اس لیے اس کی اصولی حیثیت پر بات کروں گا۔ پہلی بات سعودی عرب کے علماء کی ذمہ داری ہے، لیکن اس کی اصولی حیثیت کیا ہے؟ کیا ایک اسلامی ریاست میں اور اسلامی حکومت میں قرآن پاک کے ساتھ سنت رسول قانون اور حکم کی بنیاد ہے یا نہیں ہے؟ اس پر دو تین باتیں مختصراً عرض کرنا چاہوں گا۔

جناب نبی کریمؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں بہت سے لوگوں کومختلف علاقوں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اپنے نمائندے کے طور پر، ان کو ہدایات بھی دی تھیں وہ حکومت بھی کرتے تھے اور علاقہ میں قانون بھی نافذ کرتے تھے۔ان میں سے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنایا تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے ان کو یمن کا حاکم بنایا، اور ڈیوٹی پر بھیجنے سے پہلے ان کا انٹرویو لیا۔ پوچھا کہ اگر وہاں کوئی مسئلہ پیش آیا تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا بکتاب اللّٰہ ۔میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔کتاب اللہ (قرآن پاک) میں جو چیز ملی اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی کریمؐ نے پوچھاان لم تجد اگر کتاب اللہ سے کوئی حکم نہ ملا تو کیا کرو گے؟ عرض کیا فبسنتك تو پھر یارسول اللہ! آپ کی سنت پر چلوں گا۔سنت وحدیث میں دیکھوں گا کوئی بات مل گئی تو اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔آپؐ نے فرمایافان لم تجد اگر میری کوئی حدیث وسنت بھی سامنے نہ ہوئی تو پھر کیا کرو گے تو معاذ بن جبل نے عرض کیااجتهد برأيي ولم الو میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا پوری کوشش کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا۔اس پر نبی کریمؐ نے معاذ بن جبلؓ کو اس کامیاب انٹرویو پر یہ کہہ کر مبارکباد اور شاباش دی۔ الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما يحب ويرضیٰ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ خود راضی ہے۔تو جناب نبی کریمؐ کی وہ ہدایات جو آپ نے اپنے زمانے میں مختلف علاقوں کے حاکم مقرر کرتے ہوئے دی تھیں ان میں سنت بھی قانون کے ماخذ کے طور پر حضورؐ نے خود فرمایا۔اول قرآن مجید،اس کے بعد حدیث وسنت،اس کے بعد اجتہاد۔

دوسری بات! جناب نبی کریمؐ کے بعد صحابہ کرامؓ میں جب خلافت آئی تو باقی بحثوں میں پڑے بغیر صحابہ کرامؓ میں سے جن بزرگوں نے حکومت کی ہے وہ سات یا آٹھ بزرگ ہیں۔جنہوں نے بطور حکمران باقاعدہ حکومت کی، خلفاء صحابہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔اور حضرت مروان بن حکم کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ ان کو تابعین میں شمار کریں یا صحابہ میں۔اگر وہ صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جیسے بعض محدثین کرتے ہیں تو آٹھویں بزرگ یہ ہیں۔ چلیں آپ سات ہی گن لیں۔سات صحابہ ہیں جنہوں نے حکومت کی ہے۔ان حکمران صحابہ کرام کا طرز عمل کیا تھا؟ ان کی حکومت کے دور میں اور حکومت کے نظام میں سنت قانون کا ماخذ تھی یا نہیں۔میں دیگر بحثوں میں نہیں پڑتا لیکن تاریخی تسلسل عرض کر رہا ہوں۔حضرت صدیق اکبرؓ کا معمول یہ تھا کہ کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

اگر قرآن سے نہیں ملتا تھا تو پھر حضورؐ کی سنت تلاش کرتے تھے، اس میں سے بھی نہ ملتا تو پھر صحابہ سے مشورہ کرتے تھے۔ یہ تین لیول تھے۔ حضرت عمرؓ تو کئی کئی مواقع پر باقاعدہ پوچھا کرتے تھے کہ کسی کو حضورؐ کی کوئی حدیث معلوم ہے؟ یہ مسئلہ پیش آ گیا ہے تو نبی کریمؐ کا کوئی ارشاد یا کوئی فیصلہ کسی کے علم میں ہے؟ ان کی ترتیب بھی یہی تھی۔ قرآن پاک، اس کے بعد حدیث وسنت حکم کیلئے بھی اور قانون کیلئے بھی، اس کے بعد صحابہ کرامؓ کا مشورہ۔ یہ میں نے دو مثالیں دی ہیں ورنہ تمام حاکم صحابہ کی ترتیب یہ تھی کہ ان کی قانون اور حکم دونوں میں پہلی بنیاد قرآن پاک ہوتی تھی، دوسری بنیاد حدیث وسنت ہوتی تھی، اور تیسری بنیاد صحابہ سے مشورہ تھی، اس کو اجتہاد کہہ لیں یا اجماع کہہ لیں۔

اس کی ایک مثال دوں گا تاکہ بات صحیح سمجھ آئے۔ نبی کریمؐ کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کو جب مرتدین اور محاربین کا معرکہ پیش آیا۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے ایک بات سے اختلاف کیا۔ منکرین ختم نبوت کے تین گروہ تھے، ان سے لڑنے میں تو کوئی اختلاف نہیں تھا، باقی مرتد قبائل سے لڑنے میں کوئی اختلاف نہیں تھا، لیکن منکرین زکوٰۃ کے خلاف لڑنے سے حضرت عمرؓ نے اختلاف کیا، اور حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ان سے نرمی کریں۔ بخاری شریف کی مفصل روایت ہے۔ حضرت ابوبکر منکرین زکوٰۃ کے خلاف لڑنا چاہتے تھے اور لڑے بھی، جبکہ حضرت عمرؓ منکرین زکوٰۃ کے خلاف لڑائی کے حق میں نہیں تھے، البتہ بالآخر قائل ہو گئے تھے۔

جس بات کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ دونوں حضرات کی دلیل کیا تھی؟ ایک حدیث ہے، دونوں کی دلیل وہی حدیث تھی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے سے اختلاف کیا یہ کہہ کر کہ جناب نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے من قال لا اله الا اللّٰه عصم منی ماله ودمه جس نے کلمہ پڑھ لیا ہے اس نے اپنی جان بھی مجھ سے محفوظ کر لی ہے، مال بھی محفوظ کر لیا ہے۔ یہ منکرین زکوٰۃ کلمہ پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اس لئے ان کی جان مال سے تعرض نہیں کر سکتا اس لیے آپ ان سے لڑائی نہ لڑیں۔ حضرت عمر کی دلیل یہ تھی من قال لا الہ الا اللّٰہ عصم منی ماله ودمه کہ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ان کی جان اور مال محفوظ ہو گئے ہیں اب ہم ان سے تعرض نہیں کر سکتے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ حدیث کا اگلا حصہ بھی پڑھ لیں۔ حدیث یہ ہے: من قال لا اله الا اللّٰه عصم منی ماله ودمه فحسابه علی اللّٰه الا بحق الاسلام یا الا بحقه کا لفظ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اسلام کے حق میں یا اللہ کے حق میں کوئی مسئلہ ہوگا تو یہ مال اور خون کی عصمت نہیں رہے گی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے

فرمایا الزکوٰۃ حق الاسلام زکوٰۃ اسلام کا حق ہے اور یہ اسلام کے حق سے انکار کر رہے ہیں، اس لیے یہ استثناء میں شامل ہیں، پہلے میں شامل نہیں ہیں۔ ایک ہی حدیث کا پہلا جملہ حضرت عمرؓ کی دلیل تھی اور اسی حدیث کا دوسرا جملہ حضرت ابوبکرؓ کی دلیل تھی۔

جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ دونوں کا مستدل حدیث تھی۔ وہ بھی حدیث سے استدلال کر رہے ہیں لڑائی لڑنے پر، اور یہ بھی حدیث سے استدلال کر رہے ہیں لڑائی نہ لڑنے پر۔ دونوں کی دلیل حدیث ہے۔ بالآخر حضرت عمرؓ فرمانے لگے شرح اللّٰہ صدری کما شرح صدر ابی بکر اللہ پاک نے میرا سینہ بھی کھول دیا میرا بھی شرح صدر ہو گیا جیسے حضرت صدیق اکبر کا شرح صدر ہو گیا تھا اس لیے میں نے اپنا اختلاف واپس لے لیا۔لیکن جو بات میں بتانا چاہ رہا ہوں وہ یہ کہ حضرات شیخینؓ حضورؐ کے دونوں جانشینوں نے ایک مسئلہ پر اختلاف کیا ہے تو دونوں کی دلیل حدیث تھی۔

یہ میں نے ایک مثال کے طور پر عرض کیا ہے ورنہ بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں جتنے بزرگوں نے بھی حکومتیں کی ہیں، آپ ان کے فیصلے پڑھ لیں، ان کی ترتیب یہی تھی قرآن پاک، حدیث وسنت اور اس کے بعد اجتماعی مشاورت۔ اجتہاد اور اجماع صحابہ سب اس میں شامل ہیں۔

تیسری بات! امت میں جتنے بھی علمی اور فقہی مکاتب فکر ہیں۔ اہل سنت کے دائرے میں پانچ ہیں۔ فقہی مکاتب فکر جو احکام کی تشکیل کرتے ہیں، قانون بناتے ہیں وہ ہیں: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور ظاہری۔ ظاہری آج کل سلفی کہلاتے ہیں۔ یہ پانچ مکاتب فکر ہیں جو احکام، قوانین اور ضوابط کی تشکیل کرتے ہیں، تشریح کرتے ہیں اور استدلال کرتے ہیں۔ ان پانچوں کی متفقہ بات یہ ہے کہ سب سے پہلی دلیل قرآن پاک ہے، اس کے بعد حدیث سنت ہے، اس کے بعد اجماع امت اور قیاس ہیں یہ اجتہاد کے دائرے میں ہیں۔ مشاورت، اجماع اور قیاس ایک ہی دائرے کی چیزیں ہیں۔ یہ تیسرا مستدل ہے۔ یہ اہل سنت کے دائرے میں امت کے تمام فقہی مکاتب فکر کا متفقہ موقف ہے اور اہل سنت کے ہاں چودہ سو سال سے اجماع چلا رہا ہے کہ ہمارے عقائد کی بنیاد بھی اور احکام کی بنیاد بھی یہ چار چیزیں ہیں، اس کے چار درجے ہیں۔ قرآن پاک، حدیث وسنت، اجماع اور قیاس۔ اجماع اور قیاس صحابہ کے دور میں مشاورت کے دائرے میں تھا۔

چوتھی بات! حدیث اور سنت کو قانون کا ماخذ نہ ماننے کی بات یا اس کو حجت قطعیہ تسلیم نہ کرنے کی بات نئی بات

نہیں ہے۔اس سے ہمیں ہر دور میں اس سے سابقہ رہا ہے، لیکن پہلے یہ سمجھ لیں کہ یہ انکار کیوں کیا جاتا ہے؟ حدیث کو دلیل کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا؟ حدیث کو اگر حجت تسلیم کر لیں تو ہم قرآن پاک کی تعبیر اور تشریح میں پابند ہو جاتے ہیں کہ قرآن پاک کے کسی لفظ اور آیت کی وہی تشریح ہوگی جو حضورؐ نے فرمائی ہے۔ہم تو الحمد للہ حدیث کو مستقل حجت تسلیم کرتے ہیں۔لیکن اگر حدیث کو درمیان سے نکال دیں، حدیث اور سنت کو کمزور کر دیں یا درمیان سے نکال دیں تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی تعبیر، تشریح اور اطلاق ہماری صوابدید پر ہوگا۔قرآن پاک کی فلاں آیت کی تشریح کیا ہے؟ ہر دور کی عقل اس کی تشریح کرے گی، ہر دور کی صوابدید اس کی تشریح کرے گی۔ہم قرآن پاک کی تعبیر اور تشریح میں پابندی سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ہمیں اختیار مل جاتا ہے کہ ہم قرآن پاک کی جیسے چاہیں تشریح کر لیں، جیسے چاہیں تعبیر کر لیں۔ جبکہ حدیث ہمیں پابند کرتی ہے کہ قرآن پاک کی وہ تعبیر اور تشریح ہمارے ہاں قابل قبول ہوگی جو حضورؐ نے کی ہے اور صحابہؓ نے جس پر عمل کیا ہے۔

اس پر امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک ارشاد نقل کرنا چاہوں گا۔ایک موقع پر آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دلائل کی باتیں کرتے ہیں ان کے سامنے قرآن نہ پیش کیا کرو کیوں کہ کلام اللّٰہ ذو وجوہٍ۔ قرآن پاک کے ایک جملے کے کئی معنی ہو سکتے ہیں، لوگ اپنی مرضی کا معنی کریں گے۔اس لئے جب بھی دلیل پکڑو تو حدیث سے پکڑو۔کیونکہ سنت واضح ہے، دوٹوک ہے۔ سنت اور حدیث بتاتی ہے کہ فلاں آیت کا معنی یہ ہے جبکہ قرآن پاک ذو وجوہ ہے اس کے الفاظ کا ایک معنی بھی کیا جا سکتا ہے اور دوسرا بھی۔ایک لفظ کے کئی معنی کیے جا سکتے ہیں۔

میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔اگر سنت کو درمیان سے نکال دیں تو قرآن پاک کے ذو وجوہ ہونے کا حضرت عمرؓ تو فرما رہے ہیں۔میں بھی مثال سے واضح کر رہا ہوں۔قرآن مجید میں ارشاد ہے والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو۔فاقطعوا ایدیهما کا معنی کیا ہے؟ اگر حضورؐ سے پوچھیں گے تو معنی ہے فزیکلی ہاتھ کاٹنا۔جیسا کہ آپؐ نے فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کاٹا تھا۔لیکن اگر درمیان سے حدیث کو نکال دیں تو ہمارے ایک متجدد صاحب فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ محاورہ ہے۔''ہاتھ کاٹ دو'' سے مراد ہے کہ ان کو آزاد نہ چھوڑو، کام کرنے کے قابل نہ چھوڑو۔ہاتھ کاٹنے سے فزیکلی ہاتھ کاٹنا مراد نہیں ہے، عمل کے حق سے محروم کر دینا مراد ہے، جیل میں ڈال دینا مراد ہے۔ حدیث کو درمیان سے نکال دیں تو پھر اس کی

گنجائش نکل آتی ہے۔

ان صاحب نے اس محاورے کی مثال دی کہ جب کسی بات میں ہم کوئی فیصلہ کر چکے ہوں اور کوئی آ کر دوسری بات کہے تو ہم کہتے ہیں کہ میں تو فیصلہ کر چکا ہوں، میں تو ہاتھ کاٹ کے دے چکا ہوں۔ ہمارے ہاں یہ محاورہ چلتا ہے کہ میں نے ہاتھ کاٹ کر دے دیا ہے یعنی اب معاملہ میرے اختیار میں نہیں رہا۔ اس سے حقیقت میں ہاتھ کاٹنا مراد نہیں ہوتا۔ ہاتھ کاٹنے کا اگر لفظی معنیٰ لیا جائے تو وہ جو حضورؐ نے مراد لیا اور اگر محاورہ مراد لیا جائے جو ہماری اردو زبان میں ہمارے علاقے کا محاورہ بنتا ہے تو وہ یہ کہ ہاتھ کاٹ کر دینے سے مراد یہ ہے کہ میں بے اختیار ہو گیا ہوں اور ایک صاحب نے یہ معنیٰ کیا بھی ہے۔ تو میں نے یہ بات عرض کی ہے کہ حدیث وسنت کے مستقل حجت قطعیہ ہونے سے انکار کی بنیادی وجہ یہ ہے مگر قرآن پاک سے تو انکار ممکن نہیں ہے تو قرآن پاک کی تعبیر اور تشریح کو اپنے اختیار میں لینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ حدیث اور سنت کو درمیان سے نکالا جائے۔

پانچویں اور آخری بات! ہمیں پہلے بھی اس طرح کے امور سے سابقہ پیش آتا رہا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ معتزلہ کے دور میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو جو کوڑے لگے تھے تو کیوں لگے تھے؟ عباسیہ سلطنت کے زمانے میں معتزلہ اقتدار کا حصہ بن گئے تھے۔ اعتزال ریاست نے سنبھال لیا تھا۔ مامون الرشید کے بارے میں آتا ہے اور اس کے بعد معتصم باللہ وغیرہ معتزلی ہو گئے تھے تو انہوں نے علماء پر سختی کی تھی اور سب سے زیادہ سختی امام احمد بن حنبلؒ پر ہوئی تھی ان کو کوڑے مارے گئے تھے۔ صرف امام احمد بن حنبلؒ نہیں، بلکہ بیسیوں علماء کو سزائیں دی گئی تھیں، ان کو گرفتار کر لیا گیا تھا، جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ کیوں؟ اسی تعبیرات کے مسئلے پر کہ قرآن پاک کی تعبیر وہ ہوگی جو ہم کریں گے، جبکہ علماء کہتے تھے کہ نہیں، بلکہ قرآن کریم کی تعبیر وہی ہوگی جو حضورؐ نے کی ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ معتزلہ اور عباسیوں کے زمانہ میں ہم سزاؤں اور کوڑوں کا ایک پورا دور بھگت چکے ہیں۔ اسی طرح دیکھیں کہ خارجیوں کا موقف کیا تھا خارجیوں نے بھی اس دور میں کمی نہیں کی۔ ضحاک خارجی خارجیوں کا کمانڈر تھا۔ ایک دور میں ضحاک نے بصرہ پر قبضہ کر کے چھ ہزار مسلمان شہید کیے تھے یہ کہہ کر کہ میرے عقیدے کے مطابق یہ مرتد ہو گئے ہیں، لہٰذا ان کا قتل واجب ہے۔ تاریخ میں یہ ریکارڈ پر ہے۔ بصرہ پر قبضہ کرنے کے بعد اسی ضحاک خارجی نے کوفہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اس نے کوفہ کی جامع مسجد میں ڈیرے لگا لیے تھے اور اعلان کر دیا تھا کہ

سارے کوفہ والے آ کر میرے ہاتھ پر توبہ کریں ورنہ سب کو ماردوں گا۔ کوفہ میں اللہ تعالیٰ نے حوصلہ اور جرأت عطا کی امام اعظم ابوحنیفہؒ کو کہ وہ اس کے سامنے کھڑے ہوگئے، اس سے مکالمہ کیا، اس سے بحث کی اور اسے اپنا موقف تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ لمبا مکالمہ ہے، اس میں سے صرف ایک ٹکڑا ذکر کرتا ہوں۔

امام اعظمؒ نے اس سے پوچھا کہ لوگوں کو کیوں قتل کر رہے ہو؟ اس نے کہا یہ مرتد ہوگئے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ کیسے مرتد ہوئے؟ مرتد تو اُسے کہتے ہیں جو دین بدل دے، یہ تو جس دین پر پیدا ہوئے تھے اسی پر قائم ہیں تو یہ مرتد کیسے ہوئے ہیں، انہوں نے کونسا دین چھوڑا ہے؟ وہ موٹے دماغ کا آدمی تھا یہ بات ذہن میں پھنس گئی، کہنے لگا دوبارہ کہو۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے کہا ہے کہ مرتد تو وہ ہوتا ہے جو ایک دین چھوڑ کر دوسرے دین میں چلا جائے۔ یہ لوگ جس دین پر پیدا ہوئے تھے اسی پر ہیں، کوئی تبدیلی نہیں آئی تو تم ان کو مرتد کیسے کہہ رہے ہو؟ روایت میں آتا ہے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ''امام اعظم کی سیاسی زندگی'' میں پورا واقعہ لکھا ہے کہ اس پر ضحاک نے اقرار کیا اخطأنا کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے، لیکن غلطی کا احساس چھ ہزار بصریوں کو مارنے کے بعد ہوا۔ معتزلہ نے بھی کمی نہیں کی اور خارجیوں نے بھی کمی نہیں کی۔ خارجیوں اور معتزلہ کی طرف سے یہ رویہ ہم بھگت چکے ہیں۔

ہمارے ہاں اکبر بادشاہ نے کیا کیا تھا، اکبر بادشاہ نے دین الٰہی کا جو اعلان کیا تھا اس کی بنیاد بھی یہی تھی کہ قرآن کی تعبیر میں کروں گا، پچھلی تعبیرات منسوخ ہوگئی ہیں، اب میں مجتہد اعظم ہوں، میں تعبیر کروں گا اور میں مختار ہوں جیسے مرضی تعبیر کروں اور یوں دین الٰہی کی بنیاد رکھی۔ احکام میں کتنی تبدیلیاں کی تھیں، میں اس تفصیل میں نہیں جاتا لیکن یہ جملہ ضرور کہوں گا کہ اکبر بادشاہ نے احکام اور قوانین میں جو تبدیلیاں کی تھیں وہ آج ہمارے بہت سے حکمران بھی کرنا چاہ رہے ہیں۔ آن ریکارڈ بات کر رہا ہوں کہ اکبر بادشاہ نے شرعی احکام میں وہی تبدیلیاں کی تھیں، جن تبدیلیوں کے لیے آج بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ سنت احکام وقوانین کی بنیاد نہیں ہے۔ یہ رویہ ہم بھگت چکے ہیں۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ ٹینشن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم معتزلہ کو بھی بھگت چکے ہیں، خوارج کو بھی بھگت چکے ہیں، اکبر بادشاہ کو بھی بھگت چکے ہیں اور بھی کوئی آیا تو اس کو بھی بھگت لیں گے ان شاء اللہ العزیز۔ اسلام اپنی اصل اجماعی تعبیر پر، اس تعبیر پر جو حضورؐ نے کی ہے اور جو صحابہؓ نے کی ہے، قائم ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت اور حوصلہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

عشرۂ ذوالحجہ اور اس کے کچھ اعمال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوْصاً عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَالْفَجْرِo وَلَيَالٍ عَشْرٍo

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

محترم حاضرین وبرادران اسلام وخواتین محترمات!

سورۃ الفجر کی فضیلت

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم تیسویں پارہ میں سے ''سورۃ الفجر'' کی ابتدائی دو آیات تلاوت کی ہے، جن کی روشنی میں آج میں موقع کی مناسبت سے عشرۂ ذوالحجہ کے کچھ اعمال کے بارے میں چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، سورۃ الفجر ایک چھوٹی سورت ہے، اس کے بارے میں صحاح ستہ کی مشہور کتاب ''نسائی شریف'' میں ایک حدیث مبارکہ منقول ہے، جناب رسول اللہؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھائی اور قرأت بہت لمبی کی، بلکہ یہ ان کا معمول تھا، وہ مسجد نبویؐ سے کچھ دور کسی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے اور نمازِ عشاء میں قرأت لمبی کیا کرتے تھے تو وہاں کے نمازیوں نے جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں ان کی شکایت کی، اس سے ایک بڑی اہم بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس کے پیچھے نماز پڑھی جاتی ہے وہ صاحب ایمان اور قابل احترام ہے، لیکن اگر اس سے کوئی شکایت ہو تو اس سے کسی بڑے مرتبے والی شخصیت سے اس بارے میں بات

کی جاسکتی ہے تاکہ اس کی اصلاح ہوجائے، کیونکہ اَلدِّیْنُ النَّصِیحَۃُ دین تو ہے ہی خیرخواہی کا نام۔

اللہ کی مخلوقات میں سے انسان اشرف المخلوقات ہے اور پھر ان میں سب سے عظیم شخصیت جناب رسول اللہؐ کی ذات والا صفات ہے، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ان کی شکایت جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہؐ! یہ جو معاذ ہے، بڑی لمبی نماز پڑھاتا ہے، ہم سارا دن کام کاج کرتے ہیں اور تھکے ماندے ہوتے ہیں، انصارِ مدینہ زیادہ تر کاشتکاری کیا کرتے تھے، حضرت معاذ بن جبلؓ جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش ہوئے، ظاہر بات ہے کہ آپؐ نے ان کو سمجھانا ہی تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، اس امت میں حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ حضورؐ نے فرمایا کہ حلال اور حرام کے سب سے بڑے عالم یہ ہیں، تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ معاذ! کیا آپ لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں؟ اتنی لمبی نماز کیوں پڑھاتے ہیں؟ بات ان کو سمجھ میں آ گئی، عقل مند لوگوں کیلئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، اس کے ساتھ حضور نبی اکرمؐ نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ لمبی سورتیں نہ پڑھا کرو، سب لوگوں کا لحاظ کیا کرو، اس موقع پر تین چار سورتوں کا آپ نے نام لیا کہ یہ سورتیں پڑھ لیا کرو، آپؐ نے فرمایا سورۃ سَبِّحِ اسْمَ پڑھ لیا کرو یا سورۃ هَلْ اَتٰكَ پڑھ لیا کرو یا سورۃ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا پڑھ لیا کرو یا سورۃ الفجر پڑھ لیا کرو، جناب رسول اللہؐ کی نظر میں یہ چھوٹی سورتیں ہیں، آج کل ہماری نظر میں تو یہ بھی بڑی سورتیں شمار ہوتی ہیں، جب یہ شروع ہو جائیں تو لوگ شروع میں ہی سستی کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ اب کب ختم ہوگی، الغرض! اس واقعہ سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ عشاء کی نماز میں کبھی کبھار سورۃ الفجر بھی پڑھنی چاہئے، یہ سنت ہے اور آپ کا حکم بھی ہے، اس کو لمبا بھی نہیں سمجھنا چاہئے، لوگ چونکہ عقیدے کے کمزور ہوتے ہیں، ہمتیں کم ہوگئی ہیں، تاہم کبھی کبھار اس سنت کو بھی اداء کرنا چاہئے۔ تو سورۃ الفجر کے بارے میں، میں نے مختصراً عرض کر دیا۔

مسئلہ قسم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں کئی باتوں کی قسم اٹھائی ہے، وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کی وَلَیَالٍ عَشْرٍ اور دس راتوں کی قسم ہے۔ آگے اور بھی کئی قسمیں ہیں، سردست مسئلہ قسم بھی عرض کر دیتا ہوں۔

انسان کو کسی وقت قسم اٹھانے کی ضرورت پڑتی ہے، حضور نبی اکرمؐ کا فرمان بھی ہے کہ جب جھگڑے اور تنازعے ہوتے ہیں تو اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ جو دعوہ دار ہوتا ہے گواہ پیش کرنا اس کا

کام ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دعویٰ پر گواہ نہ پیش کرے تو پھر مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے، اس کی شرعاً بھی ضرورت پڑتی ہے اور عدالتوں میں بھی، قاضیوں اور مفتیوں کے سامنے اور پنچائت وغیرہ میں بھی اس کی نوبت آتی ہے، تاہم اس کے کچھ اصول ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ دوسرے کی قسم نہیں اٹھانی چاہئے، جب بھی ضرورت پڑے تو اللہ کی قسم ہی اٹھانی چاہئے، کیونکہ قسم اس لیے اٹھائی جاتی ہے کہ کسی چیز کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور اس کو بڑا سمجھا جاتا ہے، ہم اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں، کیونکہ ہم اللہ ہی کو سب سے بڑا سمجھتے ہیں، اس لیے اس کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو گواہ بناتے ہیں کہ اس واقعے میں اگرچہ اور کوئی نہیں ہے لیکن اللہ تو ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں تو حکم ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی قسم نہیں اٹھانی چاہئے، لیکن خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسری چیزوں کی قسم کیوں اٹھائی ہے؟ اعتراض کرنے والے یہ اعتراض بھی کرتے ہیں، یہاں بالکل معمولی سی بات ہے سمجھنے کی، میں نے آپ کو قسم کی Definition سمجھائی ہے کہ وہ کسی کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے، اللہ سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں تو اس کے علاوہ کس کی قسم اٹھائیں؟ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ انسانوں کو سمجھا رہے ہیں، اس وجہ سے انسانوں کے ذہن میں جن چیزوں کی عظمت ہوتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم اٹھا کر ان کو سمجھایا ہے، ان میں بہت سی چیزوں کی قسمیں ہیں، یہاں بھی دو قسمیں اٹھائی گئی ہیں جو میرے موضوع سے متعلق ہیں، ایک قسم اٹھائی ہے وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کی، فجر کا وقت بڑا اہم ہوتا ہے وَلَيَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی۔

وَالْفَجْرِ اور وَلَيَالٍ عَشْرٍ کی تشریح

فجر تو ہر روز طلوع ہوتی ہے اور دس راتیں بھی ہر دس دن کے بعد آتی ہیں، یہاں کون سی فجر مراد ہے اور کون سی دس راتیں مراد ہیں۔۔ قرآن کریم کی تفسیر کرنے والے صحابہ کرامؓ اور بعد کے مفسرینؒ نے اس کی بہت سی تفاسیر اور تعبیرات بیان کی ہیں، جن کی تعداد بہت زیادہ ہیں، ان میں سے صرف ایک عرض کرتا ہوں، جو میرے موضوع سے متعلق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، قرآن کریم کے بڑے مفسر مجاہدؒ جو تابعین میں سے ہیں اور آگے جمہور امت، یعنی امت کے اکثر علماء، مفسرین، محدثین، فقہاء جن میں امام ابن جریر طبریؒ ہیں، جن کی قرآن کریم کی تفسیر ام التفاسیر مشہور ہے، حافظ ابن کثیرؒ ہیں تفسیر ابن کثیر والے وغیرہم، یہ سب یعنی جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہاں فجر سے مراد عید الاضحیٰ کی فجر ہے، جو چند دنوں بعد آرہی ہے، جسے بڑی عید اور بقرہ عید بھی کہتے ہیں،

جبکہ وَلَیَالٍ عَشْرٍ سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں اور دس دن ہیں، جو ابھی چند دنوں کے بعد شروع ہونے والے ہیں، یہ بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

یہ دن ایسے وقت میں آئے ہیں جن کو سال کے لحاظ سے بھی فضیلت حاصل ہے، مہینوں کے حساب سے بھی فضیلت حاصل ہے اور وقت کے لحاظ سے بھی فضیلت حاصل ہے۔ سال میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بارہ مہینے پیدا کیے ہیں، اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنٰى عَشَرَ شَهْرًا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبۃ۔۳۶) یعنی جب سے زمین وآسمان پیدا کیے گئے ہیں، مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت اور عزت والے ہیں، ان چار مہینوں میں سے تین اکٹھے اور ایک علیحدہ آتا ہے، جو تین مہینے اکٹھے ہیں وہ بھی چل رہے ہیں، اس وقت ذوالقعدہ چل رہا ہے، ذوالحجہ اس سے اگلا مہینہ اور پھر اس کے بعد محرم، یہ تین اکٹھے اور لگاتار ہیں، جب کہ ایک چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو رمضان سے دو ماہ پہلے ہے، غرضیکہ یہ چار مہینے حرمت والے شمار کیے گئے ہیں۔

عشرۂ ذوالحجہ کے خصوصی اعمال

امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی ''تفسیر کبیر'' میں لکھا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کا اجر وثواب بہت بڑھ جاتا ہے، اسی طرح ان مہینوں میں گناہ کا وبال بھی بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے، اس میں دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ اس مہینے میں چونکہ نیکی کا اجر وثواب بہت بڑھ جاتا ہے، اس وجہ سے کچھ خصوصی اعمال جو فرائض میں سے بھی ہیں، واجبات میں سے بھی ہیں، سنن میں سے بھی ہیں اور مستحبات میں سے بھی ہیں، ان کے بارے میں عرض کر دیا جاتا ہے تاکہ خواتین وحضرات کو عمل کا راستہ مل جائے۔

اللہ نے قسم اٹھائی ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔ یہاں دس راتوں سے مراد دس دن بھی ہیں، عربوں کا ایک اصول ہے کہ وہ رات کا لفظ بول کر نہار یعنی دن کو بھی مراد لیتے ہیں تو یہاں دن بھی مراد ہیں۔ ان دنوں کا بڑا ہی اجر وثواب ہے اور یہ راتیں بھی بڑی اجر وثواب کی حامل ہیں۔

☆ جناب رسول اللہؐ کا ایک فرمان مبارک صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ شریف، ترمذی شریف، اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہے، حضرت ابوہریرہؓ اس کے راوی ہیں، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا عشرہ ذوالحجہ کے جو دن ہیں ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو عبادت اور نیک اعمال بہت زیادہ محبوب اور پسند ہیں۔ اس موقع پر آپ نے دو

اعمال کی مثال دی۔ پہلا عمل عشرہ ذوالحجہ کے نفلی روزوں اوران راتوں کے قیام کے بارے میں بتلایا۔آپؐ نے فرمایا کہ جوآدمی ان دنوں کے روزے رکھے گا، جوکہ نو دن کے روزے ہوتے ہیں، دسویں کوتو عید ہے،عید کے دن کا روزہ نہیں ہوتا،شریعت نے منع کیا ہے، دس دن مجموعے اوراکثریت کے لحاظ سے کہہ دیے جاتے ہے،فرمایا کہ جوان دنوں کے نفلی روزے رکھے گا اس کواس ایک روزے کا ثواب ایک سال کے نفلی روزوں کے برابر ملے گا، نیز ان دنوں میں جوراتیں آتی ہیں، یہ سارامتبرک وقت چل رہا ہوتا ہے، اس کے بارے میں آپؐ نے ارشادفرمایا کہ جو آدمی ان راتوں میں قیام کرے گا،یعنی رات کواٹھتا ہے،تہجد پڑھتا ہے،نفل پڑھتا ہے،فرمایا کہ ایسے آدمی کیلئے ایک رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے،لیلۃ القدرکورمضان میں روزے رکھ کر آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا جاتا ہےاور یہاں کھاپی کرآسانی سےاس کا ثواب مل رہا ہے، وہاں تلاش کرنا پڑتا ہے کہ پتہ نہیں کسی کو ملے یا نہ ملےاور یہاں تعین ہے۔

توان دنوں میں ایک عبادت تو یہ ہے کہ نفلی روزے رکھیں، دوسری عبادت یہ ہے کہ رات کے وقت قیام کیا جائے اورنوافل وغیرہ پڑھے جائیں۔ نماز میں ساری چیزیں ہوتی ہیں، نماز تمام عبادات کا مجموعہ ہے، اس میں قرآن کریم کی تلاوت، درودشریف اورتسبیحات بھی آجاتی ہیں، الغرض! ان دنوں میں دواعمال تو یہ ہوگئے کہ رات کے وقت نوافل اوردن کے وقت نفلی روزے۔

☆ جس مرد اور خاتون کواللہ تبارک وتعالیٰ نے استطاعت بخشی ہے وہ قربانی بھی کریں گے، جوکہ اسلام کے واجبات میں سے ہے،قربانی کی عبادت ہرصاحب استطاعت اورصاحب نصاب پرواجب ہے،قربانی اوراس کے مسائل وغیرہ کے بارے میں اگراللہ نے زندگی بخشی تو آئندہ جمعہ عرض کروں گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔

جس مرداورخاتون نے قربانی دینی ہے،سردست اس کیلئے ایک مستحب عمل عرض کرنا ہے۔ جناب رسول اللہؐ نے ارشادفرمایا ''صحیح مسلم'' میں یہ حدیث مبارکہ موجود ہے،جس کوروایت کرنے والی حضور نبی اکرمؐ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ ہیں، جو جناب رسول اللہؐ کی ازواج مطہرات میں سے سب سے آخر میں وفات پانے والی ہیں، سن ۶۳ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا جس کا قربانی کا ارادہ ہو،کوئی مرد ہے یا خاتون ہے اس کیلئے یہ مستحب عمل ہے کہ ذوالحجہ کا چاندطلوع ہونے سے پہلے پہلے اپنے ناخن وغیرہ کاٹ لےاور بال وغیرہ صاف کر لےاور پھران دنوں میں ناخن وغیرہ نہ کاٹے اور بال وغیرہ بھی صاف نہ کرے، ان دنوں میں اگر دیگر کاموں میں

مصروفیت نہ ہوتو اللہ کی عبادت، ذکر واذکار، تسبیح وتہلیل اور توبہ واستغفار میں اپنا سارا وقت گزارنا چاہئے، تو یہ مستحب عمل ہے کہ جس مرد اور خاتون نے قربانی کرنی ہے اسے چاند چڑھنے سے پہلے پہلے بال اور ناخن وغیرہ صاف کر لینے چاہئیں۔

☆ پھر ایک عبادت عرفہ کے روزہ کی ہے، یہ بھی روزہ ہے، مجموعی طور پر پہلے نو روزوں میں یہ بھی شمار ہے، لیکن عرفہ کے روزہ کی علیحدہ فضیلت بھی ہے، اس دن حج ہوتا ہے اور حاجی عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں، اس دن کے روزے کے بارے میں بھی ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابوقتادہؓ کی روایت ہے جناب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، جو عرفہ کا روزہ رکھے گا، خواہ مرد ہو یا خاتون، آگے ذرا جناب رسول اللہؐ کے الفاظ کی طرف غور کرنا، فرمایا جو بھی عرفہ کا روزہ رکھے گا، یعنی نو ذی الحجہ کا، میں اللہ کی بارگاہ میں پختہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دے گا۔ یہ بڑی فضیلت والا روزہ ہے۔ اس دن عرفات کے میدان میں حاجی اکٹھے ہوتے ہیں۔ حج رکن اسلام ہے اور ہر صاحب استطاعت مرد اور عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ شیطان عرفہ والے دن جتنا سٹپٹاتا ہے اتنا سال میں کسی اور دن نہیں سٹپٹاتا، اس دن جب اللہ کی رحمت کا نزول دیکھتا ہے تو مٹی لے کر اپنے سر میں ڈالتا ہے اور افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ یہ لوگ جن کو میں نے بہکاتا تھا ان پر تو اتنی رحمتیں ہو رہی ہیں، یہ بڑا متبرک دن ہوتا ہے، اس دن کا نفلی روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، تو یہ بھی ایک اہم اور مستحب عمل ہے۔

☆ پھر دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو عید کے دن ہیں، ان میں قربانی کا عمل ہے، اس کے بارے میں جناب رسول اللہؐ کا فرمان مبارک بخاری شریف میں موجود ہے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ جو عید یعنی قربانی کے دن ہے، ان دنوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز چھوڑ دی جائے اور دیگر ضروری عبادات کو چھوڑ دیا جائے، جیسے ہمارے ذہن میں آتا ہے کہ اگر یہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے تو پھر نماز وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے ذہن میں بھی یہ بات آئی، انہوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا یہ جہاد سے بھی زیادہ افضل ہے؟ ان کے نزدیک تو جہاد سب سے بڑا عمل تھا، جس سے آج ہم ڈرتے اور خوف زدہ ہوتے ہیں، انہوں نے پوچھا کیا یہ جہاد سے بھی بڑا عمل ہے؟ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں جہاد سے بھی بڑا عمل ہے، چونکہ جہاد میں جب آدمی جاتا ہے تو اپنا جان مال سب کچھ قربان کر

دیتا ہے، کچھ واپس لے کر نہیں لوٹتا، ایسا مجاہد جو واپس لے کر کچھ بھی نہیں لوٹتا اس کیلئے تو وہ عمل ہی سب سے بڑا ہے، اس کے علاوہ جو زندہ ہیں ان کیلئے جہاد سے بھی بڑا عمل ہے ان دنوں میں قربانی کرنا۔ قربانی کے بارے میں آئندہ جمعہ تفصیلات عرض کی جائیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

☆ ایک عمل تکبیراتِ تشریق کا ہے۔ یہ ہر مرد اور خاتون کو یاد کرنی چاہئے، یہ بھی ان دونوں کا خاص عمل ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

یہ نو ذوالحجہ کی فجر سے شروع ہوگا اور تیرہویں ذوالحجہ کی عصر تک رہے گی۔ نو، دس، گیارہ، بارہ، تیرہ، کل پانچ دن ہیں۔ ہر فرض نماز باجماعت کے بعد مردوں کیلئے ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا واجباتِ اسلام میں سے ہے، خواتین کو آہستہ پڑھنا چاہئے۔ لہٰذا تکبیراتِ تشریق بھی یاد رکھیں۔

☆ طبرانی شریف کی روایت میں یہ بھی آتا ہے، حضور نبی اکرمؐ نے سارے راستے بتلائے ہیں، بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو روزہ نہیں رکھ سکتے، مثلاً بوڑھے ہیں یا بیمار ہیں، بعض ناخواندہ بھی ہوتے ہیں جو قرآن کریم کی تلاوت اور مشقت والے اعمال نہیں کر سکتے، ان کیلئے بھی یہ مختصر عمل بتلایا گیا ہے، بلکہ سب مرد اور خواتین کیلئے اس میں سہولت موجود ہے۔ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ان دنوں میں تکبیر، تہلیل اور تحمید کی کثرت کرو۔ اللہ اکبر کو تکبیر کہتے ہیں، لا الٰہ الا اللہ کو تہلیل کہتے ہیں، الحمد للہ کو تحمید کہتے ہیں اور اس کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنا چاہئے، اس کی ویسے ہی بہت زیادہ فضیلت ہے، تو ان دنوں میں ان چیزوں کی کثرت کریں اور یہ عبادات ادا کریں۔ اللہ نے موقع دیا تو آئندہ جمعہ قربانی کے بارے میں بیان ہوگا۔

معاونین جامع مسجد نور کا شکریہ

آج ایک دعا بھی کرنی ہے اور شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ پہلے حضور نبی اکرمؐ کا فرمان بھی سن لیں، آپؐ کا یہ ارشاد ترمذی شریف میں موجود ہے، جو بڑی اہم تعلیم ہے جس سے ہم مسلمان دن بدن محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں، اس وجہ سے منبر پر بیٹھ کر آپ کو بتا رہا ہوں، تاکہ آپ اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

جناب رسول اللہؐ نے فرمایا مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔ انسان کی زندگی میں بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا نیکی، احسان اور اچھائی کرتا ہے، ایسے مواقع پر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ شکریہ ادا کیا جائے۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا

شکریہ خفیہ طور پر اداء کیا جاتا ہے تاکہ ریاکاری نہ ہو اور بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا شکریہ علی الاعلان کیا جاتا ہے، اس میں نیکی کی ترغیب ہوتی ہے، تو علی الاعلان شکریہ اداء کرنے کی بھی شریعت نے اجازت دی ہے، آج بھی ایسا ہی ایک موقع یہ ہے، آپ سب اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ مسجد میں نئی ٹائلیں لگی ہیں اور بڑا کام ہوا ہے، یہ مسجد کے فنڈ سے نہیں ہوا، یہی آپ کو بتانا چاہتا ہوں، کیونکہ مسجد کا فنڈ اتنا نہیں ہوتا جس کے ساتھ یہ سہولتیں میسر ہوں، اس فنڈ سے بمشکل اس کے روٹین کے کام چلتے ہیں، یہ کام ہمارے بہت پرانے متعلقین نے کیا ہے، جب سے یہ مسجد بنی ہے، اس خاندان کا اس مسجد کے ساتھ، ہمارے بزرگوں کے ساتھ اور ہمارے ساتھ بڑا اچھا تعلق چلا آ رہا ہے اور یہ اُس وقت سے تعاون کر رہے ہیں، یہ سیالکوٹ سویٹس والے ہیں، اب ان کی چوتھی پشت یہاں متعلق ہے، محمد طاہر بٹ صاحب ہیں، ان کے والد حاجی اسحاق مرحوم صاحب مجھے یاد ہیں وہ وہاں بیٹھا کرتے تھے اور ان کے دادا اس جگہ پر بیٹھا کرتے تھے، ان کے بڑے بھائی نے گزشتہ مہینوں میں وفات پائی ہے وہ یہاں سامنے بیٹھا کرتے تھے، یہ پورا خاندان، ان کے بچے، بھتیجے سب یہیں آتے ہیں، مسجد کے ساتھ بڑی محبت کرتے ہیں، پہلے بھی جو رنگ و روغن ہو رہا تھا، طارق صاحب جو فوت ہوئے ہیں انہوں نے کروایا تھا، وہ بڑے دل والے تھے، مجھے کہتے تھے کہ جب کوئی ضرورت پڑے مجھے بس اشارہ کیجئے، ان کی رغبت تھی، اچھا خاصہ خرچہ ہوتا تھا تو وہی اکثر کرتے تھے، یہ کام بھی انہوں نے ہی کیا ہے، طاہر صاحب، ان کے بھائیوں بھتیجوں نے مل کر ذاتی طور پر یہ سب کام انجام دیا ہے، ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور ان کیلئے دعا گو بھی ہیں، دعا بھی دینی چاہیئے کہ انہوں نے جس اخلاص کے ساتھ اللہ کے اس گھر کو خوبصورت کیا ہے، ہم سب تہہ دل کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں ان کو خوبصورت گھر عطا فرمائے، ان کی نیکی کو قبول فرمائے اور ان کی جان، مال، اولاد، عزت اور آبرو میں برکتیں نصیب فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو بھی نیکی کے کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آج برامدے کا کام شروع ہو گیا ہے، ہماری کوشش یہی تھی کہ یہ بھی عید سے پہلے شروع ہو جائے۔ یہ بھی مسجد کے فنڈ سے نہیں ہو رہا، یہ دو ساتھی کر رہے ہیں، ہمارے بچپن میں ایک لڑکی یہاں پڑھتی تھی، ایوب صاحب اور جاوید صاحب کی بہن، اس کی شادی راولپنڈی میں ہوئی ہے، اس کو پتہ چلا تھا، اس نے اپنے بھائیوں کے ذریعے کہا کہ میں بھی تھوڑا کام کروانا چاہتی ہوں، اس کے علاوہ ہمارے محلے کے ڈاکٹر زاہد محمود بٹ صاحب نے بھی اس میں حصہ ڈالا ہے، یہ دو بھی کام کروائیں گے، ایک خاتون ہے اور ایک ہمارے محلّہ دار ڈاکٹر صاحب ہیں، ان کی ذاتی گرہ سے

یہ کام ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی نیکی کو بھی قبول فرمائے اور سب کے حق میں ہماری یہ دعا قبول فرمائے۔

اس کے بعد ایک اگلا پروگرام بھی ہے، ساتھی کہہ رہے ہیں کہ اس کی بھی اشد ضرورت بھی ہے، وہ بھی عرض کر دیتا ہوں، وہ اجتماعی فنڈ سے ہوگا، یہ جو وضو ساز ہے، جہاں وضو کی جوٹونٹیاں وغیرہ لگی ہیں، گلیاں اونچی ہونے کی وجہ سے اس کی نالیاں نیچی ہوگئی ہیں، پانی کے نکاس کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، اب ان کو تھوڑا اونچا بھی کرنا ہے اور اس پر کوئی ٹائل وغیرہ بھی لگا دی جائے اور اس کو بھی باقی مسجد کے مطابق کر دیا جائے، کچھ ساتھیوں نے اس میں پیسے جمع کرائے ہیں اور رسید لے لی ہے، اس سلسلے میں اگر کوئی اپنا حصہ ڈالنا چاہئے تو وہ رسید بنوا لے، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض ساتھی مٹیریل دیتے ہیں، اس سے ہمیں بہت پرابلم ہوجاتی ہے، ایک ساتھی نے ایک مٹیریل دیا، دوسرے ساتھی نے بھی وہی دیا، تیسرے نے بھی وہی دیا تو اس طرح مٹیریل زائد ہوجاتا ہے جو ہمیں بیچ کر دوسری ضرورت کی چیز خریدنی پڑتی ہے، اس کا بہتر حل یہ ہے کہ آپ پیسے فنڈ میں جمع کرائیں اور رسید لے لیں، جب وہ فنڈ جتنا انجینئر کہہ رہا ہے جمع ہوجائے گا تو کام شروع ہوجائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہر ایک کو توفیق نصیب فرمائے۔

دعائیہ کلمات

یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرا بیٹا غلط مقدمات میں ملوث ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کیلئے رہائی کا بندوبست فرمائے، یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرے دونوجوان بیٹے ہیں، ایک کو سر میں الرجی ہے اور دوسرے کے پیٹ میں درد رہتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بھی صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔ بہت سے حضرات وفات پا چکے ہیں، ہمارے دوست ہیں خواجہ محمد عمران حفیظ صاحب جو نیویارک میں ہوتے ہیں، ان کی ایک ہمشیرہ کینیڈا میں وفات پا گئی ہے، ان کا فون آیا تھا، یہیں جمعہ پڑھا کرتے تھے، بارہ سال سے امریکہ چلے گئے ہیں، ان کی ہمشیرہ، والدہ اور سب بھائی وغیرہ یہیں آتے تھے، جمعہ، نماز، عیدین، تراویح وغیرہ یہیں پڑھتے تھے، مسجد و مدرسہ کے ساتھ بڑی محبت اور تعاون کرنے والے تھے، وہ وفات پا گئی ہیں اور وہیں دفن ہوئی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی غلطیاں کوتاہیاں معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ ہمارے ایک ساتھی جو یہاں پڑھتے رہے ہیں۔ حفظ الرحمٰن صاحب وہ عمان میں ہوتے ہیں، ان کا بھی فون آیا ہے، ان کی بڑی ہمشیرہ بھی وفات پا گئی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی غلطیاں کوتاہیاں بھی معاف فرمائے جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ ان کے علاوہ بھی جتنے لوگ وفات پا چکے ہیں، بیماریوں میں، کورونا میں عوارضات میں، طبعی اموات میں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی

بخشش ومغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، جو بیمار ہیں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جس جس قسم کی بیماری میں مبتلا ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے، جو پریشان حال ہیں، اس وقت سب ہی پریشان ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین حق کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۱۷، جولائی ۲۰۲۰ء)

مولانا محمد ابو بکر شیخو پوری

امام مہدی علیہ الرضوان

--- شخصیت اور کردار کے آئینہ میں ---

مخبر صادق ہستی اور اصدق الصادقین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے ہولناک حادثے سے قبل وحی الٰہی کے ذریعے روئے زمین پر رونما ہونے والے حالات و واقعات بیان فرمائے ہیں جو دراصل قیامت کے حادثہ فاجعہ کے لئے مقدمات، مبادیات اور علامات کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے اہم ترین علامات قرب قیامت میں تین بڑی شخصیات کا مختلف کیفیات کے ساتھ دنیا میں آنا ہے، وہ شخصیات یہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، امام مہدی علیہ الرضوان اور دجال۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بصورت نزول اور امام مہدی علیہ الرضوان بصورت ظہور صفحہ ہستی پر جلوہ گر ہوں گے جبکہ دجال بصورت خروج رونما ہوگا، اول الذکر دونوں شخصیات سراپا خیر اور آخری شخص منبع شر و رفتن ہوگا۔ ان میں سب سے پہلے حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کی علامت پوری ہوگی جن کے متعلق وارد احادیث تہتر صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اور درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ان سطور کا موضوع بھی آپؒ کی شخصیت و کردار کو اجاگر کرنا ہے۔

نام ونسب اور خاندانی پس منظر

صحیح اور صریح روایات کی روشنی میں آپؒ کا نام نامی اسم گرامی محمد یا احمد اور لقب مہدی ہوگا جیسا کہ سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ’’قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ بن جائے، اس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا‘‘۔ آپؒ کا خاندانی تعلق اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہوگا کہ والدین میں سے ایک کی طرف سے حضرت حسینؓ اور دوسرے کی طرف سے حضرت حسنؓ کے ساتھ شجرہ نسب ملے گا۔ والد کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی طرح عبداللہ ہوگا۔ بعض روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ آپؒ کی والدہ ماجدہ

کا نام بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے موافق آمنہ ہوگا لیکن محدثین کرامؒ کو اس روایت میں کلام ہے۔

حلیہ اور صفات

امام مہدی علیہ الرضوان سیرت وصورت دونوں اعتبار سے درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہوں گے، جسمانی ساخت اور ظاہری ہیئت بھی بارعب اور پرکشش ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ اور خصائل حمیدہ میں بھی ان کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حضرت مہدیؒ میری اولاد میں سے ہوں گے، روشن وکشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے ہوں گے، وہ روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی، وہ سات برس تک زمین پر حکومت کریں گے۔''

ظہور کا زمانہ

قیامت کے اخیر زمانہ میں جب امت مسلمہ شدید مشکلات کا شکار ہوگی اور ترک جہاد کی وجہ سے کفار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوگی، اسلام کے لبادے میں ملبوس اینٹی اسلام قوتوں اور اسلاموفوبیا عناصر کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف ارتدادی مہم اپنے عروج پر ہوگی، ایمان اس قدر خطرے میں پڑ جائے گا کہ صبح کے وقت لوگ مومن اور شام کافر ہوں گے، ایسے پرآشوب حالات اور ناگفتہ بہ صورتحال میں امام مہدیؒ امت مرحومہ کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے، ان کے غموں کا مداوا کرنے اور انہیں غلامی کی زنجیروں سے نکالنے کے لئے دنیا میں رونما ہوں گے جنہیں دیکھ کر اہل اسلام کے چہرے خوشی سے کھل اٹھیں گے۔

امام مہدی بحیثیت قائد امت مسلمہ

جب ایک طرف ہر جہت سے مسلمانوں پر کفار کی یلغار ہوگی اور دوسری طرف قیادت کا ایسا فقدان ہوگا کہ اسلامی سلطنتوں کے حکمران اپنے ذاتی مفادات کی خاطر پوری طرح اسلام دشمن قوتوں کے آلہ کار بن چکے ہوں گے اور انہیں مشکلات میں گھری امت کے گھمبیر مسائل سے کوئی سروکار نہ ہوگا تو ایسی بے حسی کے وقت اور مایوسی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں امام مہدیؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیش گوئی کا مصداق بن کر امت مسلمہ کی باگ دوڑ سنبھالیں گے، اس کا واقعہ سنن ابی داؤد میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے یوں بیان کیا گیا ہے کہ ''ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (نئے خلیفہ کے انتخاب پر مدینہ کے مسلمانوں میں) اختلاف ہوگا، ایک شخص (مہدی اس خیال سے کہ لوگ انہیں خلیفہ نہ بنا دیں) مدینہ سے مکہ چلے جائیں گے۔ مکہ کے کچھ لوگ (جو انہیں بحیثیت مہدی پہچان لیں

گے)ان کے پاس آئیں گے اورانہیں (مکان) سے باہر نکال کرحجراسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت (خلافت) کرلیں گے (جب ان کی خلافت کی خبر عام ہوگی) تو ملک شام سے ایک لشکران سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوگا (جوآپ تک پہنچنے سے پہلے ہی) مکہ اور مدینہ کے درمیان ''بیداء'' (چٹیل میدان) میں زمین میں دھنسا دیا جائے گا (اس واقعہ کے بعد) شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء آکر آپ سے بیعت خلافت کریں گے''۔اس کے امام مہدیؒ بہت بڑے پیمانے پر یہودونصاریٰ سے جہاد کی مہم پرنکل پڑیں گے اور ہر میدان میں خوب کامیابیاں سمیٹیں گے۔

دراصل اسلام کے انحطاط اور زوال کے زمانے میں اسلام کے غلبہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے دوشخصیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدیؒ تجدید دین اور اصلاح امت کا فریضہ سرانجام دیں گے، لیکن ان میں پہلے امام مہدیؒ ظہور فرما کر اورامت کی قیادت وسیادت سنبھال کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قبل ان کی راہ ہموار کریں گے اور جہاد جیسے فریضے کے خلاف زبانی وقلمی طور پر ہونے والے عالمی سطح کے پراپیگنڈے کے زمانے میں اپنی فہم وفراست سے جہاد کے لئے ماحول سازگار کریں گے۔ پھر دونوں مل کر یہود ونصاریٰ کے لشکروں کو امت مسلمہ کے غیور اور بہادر نوجوانوں کی مدد سے تہ تیغ کرتے ہوئے بالآخر شر وفساد کی جڑ اور اعداء اسلام کے لیڈر دجال کا باب لد پر قلع قمع کریں گے۔اس کے بعد پوری دنیا پر اسلام کا علم بلند ہوجائے گا۔

وفات حسرت آیات

امام مہدیؒ کی عمر مبارک ظہور اور بیعت خلافت کے وقت چالیس سال ہوگی، خلافت کے بعد بعض روایات کے مطابق سات اور بعض کے مطابق نو سال تک زندہ رہیں گے جن میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفاقت میں گزار کر انچاس سال کی عمر میں بصورت طبعی موت داعی اجل کو لبیک کہہ دیں گے۔نماز جنازہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پڑھائیں گے اور اس کے بعد بیت المقدس میں آپ کو سپرد خاک کردیا جائے گا۔

مرزا قادیانی اور دعویٰ مہدویت

مرزا غلام قادیانی آنجہانی نے نبوت، مسیحیت، مجددیت اور دیگر باطل دعاوی کی طرح ایک دعویٰ یہ بھی کیا کہ احادیث طیبات میں جس مہدی مسعود کی آمد کی قرب قیامت میں بشارت دی گئی ہے اس سے اس کی اپنی ذات مراد ہے (روحانی خزائن، جلد ۲۰، صفحہ ۳۰۴)۔حقائق پر نظر کرنے اور اس موضوع سے متعلق احادیث پر غور کرنے کے نتیجے

میں مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بھی هباء منثورا ہوجاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی ذات اور احادیث مہدویت میں بطور نمونہ کے کچھ تناقضات اور تعارضات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام مہدیؒ کا نام احادیث میں محمد یا احمد یعنی مفرد ذکر کیا گیا ہے جبکہ مرزا کا نام ''غلام احمد'' مرکب ہے۔

(۲) امام مہدیؒ کے والد کا نام عبداللہ جبکہ مرزا کے والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔

(۳) امام مہدیؒ حسنیؒ اور حسینیؒ سید ہوں گے جبکہ مرزا کا تعلق مغل برادری سے ہے۔

(۴) امام مہدیؒ حج کے دوران طواف کرتے ہوئے پہچانے جائیں گے جبکہ مرزا کو ساری زندگی میں ایک بار بھی بیت اللہ جانا نصیب نہیں ہوا۔

(۵) امام مہدیؒ پوری دنیا کے حکمران ہوں گے جبکہ مرزا اپنے قادیان کا نمبردار بھی نہیں تھا۔

(۶) امام مہدیؒ خود مہدویت کا دعویٰ نہیں کریں گے بلکہ لوگ ان کی علامات سے انہیں پہچان کر ان سے بیعت کی درخواست کریں گے لیکن وہ مسلسل انکار کریں گے، بالآخر لوگوں کے اصرار پر آپؒ انہیں بیعت فرمائیں گے جبکہ مرزا قادیانی نے خود مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔

(۷) امام مہدیؒ کفار کے خلاف جہاد کریں گے جبکہ مرزا نے جہاد کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ مرزا لکھتا ہے

؎ چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین میں حرام ہے اب جنگ اور قتال

[مراسلات] مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
[مرتب] مولانا محمد فیاض خان سواتی

مراسلاتِ مفسرِ قرآنؒ

(باب سوم)

معاصرین سے مراسلت

[قسط۔۳۱]

ڈاکٹر رشید احمد جالندھریؒ سے مراسلات

''جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے ڈائریکٹر، صاحب علم و مطالعہ اور ملنسار انسان تھے، حضرت والد ماجدؒ کے ساتھ ان کی طویل عرصہ تک خط و کتابت رہی اور کتب کا تبادلہ بھی باہم ہوتا رہا، ان کے تفصیلی حالات پر احقر مطلع نہیں ہو سکا۔'' (فیاض)

مکتوب جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھریؒ بنام مفسر قرآنؒ

''مکرمی!

سلام مسنون!

میں آپ کی فرستادہ کتاب ''دمغ الباطل'' اور نوازش نامہ پر تہہ دل سے ممنون ہوں، چند سال ادھر آپ سے لاہور میں ملاقات بھی ہوئی تھی، اس کتاب کے موضوع سے مجھے خود دلچسپی ہے، اگر آپ از راہ کرم اپنی مطبوعات کی پوری فہرست بھجوا دیں تو عنایت ہوگی، اس وقت جو کتابیں ہماری لائبریری میں نہیں ہیں، ان کے لئے آپ سے فرمائش کریں گے، موجودہ وقت میں ہمارے پاس فتاویٰ مولانا رفیع الدین اور قرآن مجید (ترجمہ) موجود ہیں، ان

کے علاوہ جو بھی کتابیں ہیں اور حالیہ کتاب ''دمغ الباطل'' کے دو نسخے برائے لائبریری، ان سب کتب کو میرے نام (صرف ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس ۱۰۳۵) بھجوا دیں اور ساتھ ہی بل بھی، بل لائبریری کے نام پر ہو۔

حالیہ کتاب جو آپ نے میرے نام بھجوائی ہے اسے میں خود اپنے لئے رکھنا چاہتا ہوں، اس کا بل بھی میرے نام بھجوا دیں۔ آپ نے جس محنت و استقلال سے کلاسیکی کتاب کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اس پر میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مخلص

رشید احمد جالندھری''

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام ڈاکٹر رشید احمد جالندھریؒ

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بگرامی خدمت جناب ڈاکٹر رشید احمد صاحب زادت معالیکم

سلام مسنون اسلام کے بعد، امید کہ مزاج سامی بخیر ہوں گے۔

''ادارہ تحقیقات اسلامی'' ماہ اپریل مئی ۷۷ء کا فکر ونظر موصول ہوا، جناب والا کا شکریہ۔

دمغ الباطل پر علی رضا نقوی صاحب کا تبصرہ پڑھا، اگر جناب والا کسی ایسے صاحب کو مامور فرماتے جو کہ کتاب کے محتویات پر عبور رکھتا اور پھر وہ تبصرہ کرتا تو بہتر تھا اور ہمیں بھی فائدہ پہنچتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب موصوف نے صرف مقدمہ ہی پڑھ کر اور سرسری تبصرہ فرمایا ہے، کتاب کا موضوع، ضرورت، خامیاں، خوبیاں، فروگزاشتیں اور قابل اصلاح امور کا پتہ نہیں چل سکا۔ بہر حال اس کا بھی انتہائی شکریہ۔ البتہ کتاب کا نام غلط لکھا ہے اور قیمت کا تعین بھی صحیح نہیں کیا۔ دفع الباطل لکھ دیا۔

سردست جناب والا کی خدمت میں مندرجہ ذیل کتب ارسال خدمت ہیں۔ یہ سب جناب والا کی خدمت میں ہدیۃً ارسال ہیں۔ قیمت بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف جذبہ ''عرض کرنا یاد ماند'' سے۔ ان میں سے دمغ الباطل کا صرف ایک نسخہ ہے اور یہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی لائبریری کیلئے ہے۔

باقی کتب تین تین نسخے ارسال خدمت ہیں، ان میں سے ایک ایک نسخہ تو تحقیقات اسلامی کی لائبریری میں جمع کرادیں اور ایک ایک نسخہ جناب والا کی خدمت میں ہدیہ ہے، اسے قبول فرمائیں۔ اور ایک ایک نسخہ فکر ونظر میں تبصرہ کیلئے ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو ان کتب پر تبصرہ شائع کرادیں،؟ یہ آپ کی صوابدید اور مصلحت پر موقوف ہے۔

شاہ رفیع الدینؒ کی سب اہم کتابیں ہم نے طبع کرادی ہیں، اس سلسلہ میں ایک رسالہ مجموعہ رسائل بھی ہے لیکن اس کا کوئی نسخہ اس وقت دستیاب نہیں ہوا، کئی سال ہوئے ہیں کہ وہ ختم ہو چکا ہے، دوسری طباعت کی نوبت نہیں آئی، اگر دوبارہ طبع ہوا تو وہ بھی جناب والا کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔

شاہ رفیع الدین کی ایک اہم کتاب درر والدراری رہ گئی ہے، تفتیش بسیار کے بعد بھی کسی سے اس کا سراغ نہیں لگ سکا، اگر جناب والا کو اس کے متعلق کچھ معلومات ہوں تو آگاہ فرمائیں تاکہ اس کتاب کو بھی طبع کرانے کی کوشش کی جائے۔ لکھنؤ، رامپور اور دیگر کسی کتب خانے میں شاید کوئی نسخہ اس کا موجود ہو۔

شاہ صاحب کا ایک رسالہ شق القمر بھی ہے، یہ پہلے طبع ہو چکا ہے، لیکن ہمیں اس کا کوئی نسخہ نہیں مل سکا۔

والسلام

احقر عبدالحمید''

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوریؒ سے مراسلت

''جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ پاکستان کے مایہ ناز مصنف تھے، تحقیق کے میدان میں کتب کثیرہ ان کے قلم سے منصۂ شہود پر آئیں، وہ ۳۰ جنوری ۱۹۴۰ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے، قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے کراچی میں مستقل سکونت پذیر ہوئے، ایک مرتبہ ہمارے ہاں تشریف بھی لائے تھے، والد ماجدؒ سے اور احقر سے ان کی خط وکتابت رہتی تھی، حضرت والد ماجدؒ کی شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کے بارہ میں تحریری خدمات پر ڈاکٹر صاحبؒ نے ایک مفصل مضمون بھی لکھا تھا، جو ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اور پھر ''مفسر قرآن نمبر'' میں بھی طبع ہوا ہے، ڈاکٹر صاحب نے ۲ فروری ۲۰۲۱ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور کراچی میں سپرد خاک ہوئے۔'' (فیاض)

مکتوب جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوریؒ بنام مفسر قرآنؒ

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پاکستان

تاریخ: یکم فروری ۲۰۰۸ء

حضرت مخدوم ومکرم!

مولانا عبید اللہ سندھی نور اللہ مرقدہ پر کچھ نئے اور پرانے مضامین کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے، حضور کی نذر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

گر قبول افتدز ہے عز وشرف!

خدا کرے مزاج سامی بخیر ہوں، اور آپ کا سایہ حضرت کے نیاز مندوں اور مخلصوں کے سروں پر تا دیر قائم رہے اور حضرت کی ذات ستودہ سے رہنمائی حاصل ہوتی رہے۔

صاحب زادہ محترم (احقر محمد فیاض خان سواتی) اور دیگر نیاز مندان شوق اور اصحاب مدرسہ کی خدمت میں سلام عرض ہے اور دعا کی درخواست۔

حضرت گرامی قدر سے خصوصی اوقات میں دعا اور توجہ عالی کا متمنی ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار

ابوسلمان

بہ شرف نظر

حضرت مخدومی ومولائی مولانا عبدالحمید سواتی دام ظلہ العالی

مہتمم دار العلوم نصرۃ العلوم

گوجرانوالہ پنجاب''

ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ سے مراسلت

’’جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ صوبہ سرحد کے معروف ومشہور مؤرخ تھے، اس ضمن میں انہوں نے کئی کتب بھی تصنیف فرمائیں، عمر رسیدہ بزرگ تھے، سننے میں آیا ہے کہ ملک کی معروف صحافیہ محترمہ ریحام خان سابقہ زوجہ وزیراعظم عمران احمد نیازی کے نانا محترم تھے، حضرت والد ماجدؒ سے ان کی خط وکتابت جاری رہتی تھی اور باہم علمی و دینی کتب کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا، ان کے تفصیلی حالات پر احقر مطلع نہیں ہوسکا۔‘‘ (فیاض)

مکتوب اول جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ بنام مفسر قرآنؒ

’’۴/۹/۱۹۸۳ء

محترمی زاد عنایۃ

السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ بابت رسید تاریخ ہزارہ ملا، جس کیلئے شکر گزار ہوں۔

آپ نے سواتی قوم کے متعلق یوسف زئی ہونے کے تردد کا اظہار فرمایا۔

عرض ہے کہ میں بطور دیانت دار مؤرخ اپنی چالیس سالہ تلاش میں جو کچھ معلوم کرسکا، وہ اس کتاب کے صفحات پر پھیلا دیا۔ صرف ’’تاریخ حافظ رحمت خانی‘‘ نے سواتی قبیلہ متراوی کے متعلق لکھا کہ یہ یوسف زئی ہیں، جس کا ذکر میں نے کردیا ہے، لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ سواتی قبیلہ کے کسی فرد، خان یا مؤرخ نے اپنے آپ کو یوسف زئی نہیں کہلایا اور نہ اپنے نام کے ساتھ یوسف زئی کا لاحقہ استعمال کیا۔

اس عریضہ سے اپنی ایک اُلجھن کو پیش کرکے اس کے حل کے بارہ التماس ہے۔

تمام علماء ومفسرین (میرے علم کی حد تک) ملک یمین (لونڈی) کے ساتھ ہم بستری کو بغیر نکاح جائز سمجھتے ہیں، صرف ایک عالم نے بغیر نکاح اس کو جائز نہیں سمجھا۔

آپ کی رائے عالی اس ضمن میں کیا ہے۔

امید ہے آپ کا مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

پس نوشت: میرے ایک دوست محمد خواص خان اعوان، ایک کتاب علماء ہزارہ پر لکھ رہے ہیں، انہوں نے مجھ سے فہرست علماء مانگی ہے، میں نے ان کو آپ کا حوالہ دیا کہ آپ اس باب میں ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ شاید وہ آپ کو خط لکھیں، اگر ممکن ہو تو ان کی مدد فرمائیں۔

والسلام :محتاج دعا

شیر بہادر

دارالشفاء۔ایبٹ آباد''

مکتوب ثانی جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ بنام مفسر قرآنؒ

''۲۵/۱۰/۸۶ء

بگرامی حضرت مولانا زاد عنایته

السلام علیکم!

مجھے خان روشن خان نے لکھا ہے کہ چند کتابچے انہوں نے آپ کی خدمت میں میری استدعا پر روانہ کیے ہیں۔ امید ہے مل گئے ہوں گے۔

میرے لیے دعا فرماتے رہا کریں، یکم اکتوبر سے عمر کی ۸۹ ویں منزل میں داخل ہو گیا ہوں، خدا انجام بخیر کرے۔

آپ کے عندیہ، کہ پٹھان بنی اسرائیل نہیں سے میں متفق نہیں۔ میرے عمر بھر کے مطالعہ سے وہ یقیناً بنی اسرائیل ہیں۔ لیکن تاریخ ایک ایسا مضمون ہے۔ جو مشاہدہ نہیں بلکہ روایات معلومہ کی بناء کے تجزیہ ہی پر مبنی ہوتا ہے، اس ضمن میں مولانا آزاد نے الہلال میں لکھا تھا کہ ''تاریخ مشاہدہ کا نام نہیں ہے بلکہ روایت کا اور پھر قرائن وتجسس، ظنون غالبہ اور بحث وتحلیل کا۔''

یہی وجہ ہے کہ مورخین زمانہ حاضر کے افغانستان۔ پٹھانوں کو آریاؤں کی اولاد سمجھتے ہیں۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی مشہور مؤرخ ہیں لیکن ان کی تفصیلی رائے سے بے خبر ہوں۔ لیکن سلف کے ماہرین تاریخ حافظ رحمت خان کا نظریہ بھی پٹھانوں کو بنی اسرائیل ماننا ہے، خدا آپ کو صحت کامل سے نوازے۔ آپ کا ہدیہ نماز

مسنون زیر مطالعہ ہے، آپ نے بڑی محنت اور علم کی بناء پر یہ ضخیم کتاب تیار فرمائی، جو مسلمانوں کیلئے راہ ہدایت ہے، مجھے اس کے مطالعہ سے بہت فیض پہنچا ہے۔

دعا کا طالب

ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی

۷۔ چنار روڈ یونیورسٹی ٹاؤن پشاور''

مکتوب ثالث جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ بنام مفسر قرآنؒ

''محترمی مولانا مدظلہ......السلام علیکم......معالم العرفان فی دروس القرآن (سورۃ بقرہ) کا مطالعہ ابھی ختم کیا۔ زیست کا مزہ پایا۔ راحت دل و جان کا سامان پایا، اپنی اس زندگی میں بہت سے تفاسیر و تراجم (اردو انگریزی) کا مطالعہ کیا اور کر رہا ہوں در من شوق ہر خرمنِ علم سے بھرنے کا جذبہ بے قرار پایا اور یہ اب تک جاری ہے لیکن کہنا پڑتا ہے کہ آخر زندگی آپ کے دروس سے خاص لطف پایا، آپ کے طرز ادا و تشریح میں ایک خاص چاشنی ہے، مقامی شاگرد تو آپ سے بالمشافہہ فیض اٹھا رہے ہیں، اور میرے جیسے دور رہنے والے مشتاق ان دروس سے فیض اٹھا رہے ہیں......آپ کے دروس کی تشریح ہمہ تن لاجواب ہے جس کی تفصیل میرا عاجز قلم بیان کر ہی نہیں سکتا......'' (والسلام مع الاکرام، ۳/۶/۸۵ء)

مکتوب رابع جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ بنام مفسر قرآنؒ

'' ملتے ہی کتاب دمغ الباطل شروع کر دی آپ کا مقدمہ شروع کیا جس سے معلوم ہوا کہ آپ علم فقہ، منطق و معانی کے میدان کے بھی شہ سوار ہیں، **ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء**......'' (۱۱/۳/۱۹۸۴ء)

مکتوب خامس جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنیؒ بنام مفسر قرآنؒ

......''تاریخ الفلسفہ'' کا دیباچہ کی تعریب آپ کے قلم سے تو علمی نوادرِ عبقری زمانہ کی یادگار ہے......'' (۳/۷/۱۹۸۷ء)

مکتوب سادس جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی ؒ بنام مفسر قرآن ؒ

''صحیح مسلم کی تسہیل وتوضیح از قلم جناب والا سے علماء سلف کی تحقیق وتلاش کا شہ کار ہے۔''

''آپ کا مختصر کتابچہ ''نماز مسنون'' تو ایجاز کا کرشمہ ہے اور وہ میں نے اپنی بیٹی کو دے دیا کہ وہ اپنے بچوں کو پڑھائے......والسلام''(۲۱/۳/۱۹۸۷ء)

مکتوب سابع جناب ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی ؒ بنام مفسر قرآن ؒ

''اجوبۂ اربعین کا مطالعہ ختم کرلیا ہے، اس نے میرے علم میں بہت اضافہ کیا، خاص کر آیات قرآن متعلقہ غار ثور اور علوم مرتبت خلفاء راشدین حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، ویسے کتاب بڑی ادق اور منطقی ہے۔ والسلام''(۷ جون ۱۹۸۴ء)

جناب ڈاکٹر انوار احمد بگوی سے مراسلت

''جناب ڈاکٹر انوار احمد بگوی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس پنجاب، آر۔ ایم۔ پی فزیشن اینڈ پیتھالوجسٹ ۱۹۴۴ء میں مولانا افتخار احمد بگویؒ کے ہاں بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، آپ مصنف کتب کثیرہ ہیں اور اس وقت منصورہ ہسپتال لاہور میں ایم ایس ہیں، آپ کا تعلق بگوی خانوادہ سے ہے اور اسی حوالہ سے انہوں نے والد ماجدؒ کی طرف یہ خط لکھا تھا۔''(فیاض)

مکتوب جناب ڈاکٹر انوار احمد بگوی بنام مفسر قرآن ؒ

''مورخہ ۸۲/۲/۱۵ء

محترم ومکرم حضرۃ مولانا

سلام مسنون!

جب سے آپ نے مولانا احمد الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''دلیل المشرکین'' شائع کی ہے، یہ خیال

مسلسل ذہن میں رہا کہ آپ سے رابطہ کروں، چنانچہ برادرم مولانا سعید الرحمٰن علوی مدیر ''خدام الدین'' سے بھی ذکر ہوا، مگر عزم رابطہ فسخ ہی ہوتا رہا، اولاً تو مجھے موضوع سے دلچسپی ذاتی طور پر بھی ہے اور فکری اعتبار سے بھی، پنجاب کئی قرنوں سے علمی طور پر جمود و تعطل کا شکار ہے، اس جہل نے جو دینی، روحانی اور سیاسی اثرات ہماری تاریخ پر مرتب کئے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہیں، ۱۸۵۷ سے دوسری جنگ عظیم تک، پھر برصغیر کی تحریک آزادی میں پنجابی مسلمان جن بہادروں اور جن سایوں کے نیچے نظر آتا ہے وہ شرمناک ہیں، خود پاکستان کے لئے قیادت بمبئی اور یوپی سے میسر آئی۔

مرزا غلام احمد، چوہدری غلام احمد پرویز دونوں پنجابی اور دونوں سرکاری ملازم ہیں، رہی سہی کسر سراپا شرک و معصیت تصوف نے پوری کر دی، اس پس منظر میں حضرت بگوی علیہ الرحمۃ کی کتاب دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ جو اس بتکدے بلکہ سکھستان میں توحید خالص کی دعوت کتنا بڑا معرکہ ہے جو مولانا محمد الیاسؒ کی اس تبلیغی دعوت سے کہیں مشکل اور حوصلہ شکن ہے جو جنوبی ہند میں شروع کی گئی تھی، پھر حضرت بگویؒ نے یہ دعوت لاہور، بھیرہ اور بگہ ہر سہ مراکز پر جاری رکھی، شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ''تقویۃ الایمان'' اور حضرت محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ کی ''کتاب التوحید'' کو ساتھ ساتھ رکھ کر پڑھیں تو اس شجر طیبہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، ان سہ کتب کے سنین تصانیف بھی غور طلب ہیں۔

حضرت بگویؒ کی بعض تصریحات محل نظر ہیں لیکن مسئلے کی سنگینی، ہمہ گیری اور جرأت اظہار کے ساتھ اولیت کا شرف بلاشبہ بے مثال ہے۔ ذاتی دلچسپی اس لئے کہ حضرت مرحوم سے نسبی تعلق ہے۔

مجھے اصل مسودہ سے بھی گہری دلچسپی ہے، کیا آپ اسے قیمتاً عنایت فرما سکتے ہیں، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں خود آؤں یا کسی کو بھیج دوں جو شفاف یا دوسری نقول حاصل کر سکے، علاوہ ازیں مجھے کمشن (اگر آپ کے ہاں اس رعایت کی گنجائش ہو) سر دست دس نسخے وی پی فرما دیجئے، میرا مقصد اصحاب علم میں بغرض مطالعہ نسخے تقسیم کرنا ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

انوار احمد

کلینکل پیتھالوجسٹ

سول ہسپتال سرگودھا

دلیل المشرکین کافی عرصہ سے ختم ہے۔ عاجز۔''

مولانا زاہد الراشدی
صدر مدرس و ناظم تعلیمات جامعہ نصرۃ العلوم

اسلام میں حج کا تصور اور نظم

بعد الحمد والصلوٰۃ!

ذی الحج کا مہینہ ہمارے اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مہینے میں حج اور قربانی کی دو بڑی عبادتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ حج کے لیے دنیا بھر سے مسلمان حرمین شریفین میں جمع ہوتے ہیں اور ۸ ذی الحج سے لے کر ۱۳ ذی الحج تک حج ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ حج سے پہلے یا بعد میں جناب نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ اطہر پر حاضری دیتے ہیں، مسجد نبوی میں نمازیں پڑھتے ہیں اور برکات و سعادتیں حاصل کر کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ اِس سال (۲۰۱۱ء میں) اندازہ کیا جا رہا ہے کہ تقریباً پچیس لاکھ مسلمان حج ادا کریں گے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مہربانی ہے کہ حج کے مناسک کے لیے دنیا کے ہر کونے سے مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی وحدت کی علامت بھی ہے، کعبہ کی مرکزیت کی علامت بھی ہے اور اِس بات کی علامت بھی ہے کہ مسلمانوں میں آج بھی تمام تر رکاوٹوں اور کمزوریوں کے باوجود دین اسلام کا جذبہ بیدار ہے۔ اور فتنوں کے اِس دور میں بھی اللہ سے، دین سے، بیت اللہ سے، مسجد نبوی سے اور حضورؐ کی ذات گرامی سے تعلق اور محبت کا رشتہ قائم ہے۔ اس کا اِظہار حرمین شریفین میں ہر سال پورے جوش وخروش کے ساتھ رمضان المبارک اور پھر خاص طور پر حج کے دنوں میں ہوتا ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ سارا سال تسلسل کے ساتھ کسی وقفے کے بغیر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

میں آج کی اِس نشست میں حج کے نظام کے حوالے سے گفتگو کرنا چاہوں گا۔ جاہلیت کے زمانے میں جناب نبی کریمؐ کی بعثت سے پہلے بلکہ آپؐ کی ہجرت کے بعد بھی حج ہوتا تھا۔ فتح مکہ سے پہلے مؤمنین، مؤحدین اور مشرکین سب اپنے اپنے ذوق کے مطابق حج کرتے تھے۔ لیکن جاہلیت کے دور میں حج کا جو تسلسل چلا آ رہا تھا،

جناب نبی کریمؐ نے اس میں چند اصلاحات اور تبدیلیاں فرمائیں۔ میں اُن تبدیلیوں اور اصلاحات کا کچھ تذکرہ آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

۹ ہجری، اصلاحات اور تبدیلیوں کا سال

فتح مکہ ۸ ہجری کے سال ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد پہلا حج ۹ ہجری میں آیا۔ نبی کریمؐ نے ۹ ہجری کا حج ادا نہیں فرمایا بلکہ آپؐ مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی اِمارت میں صحابہ کرامؓ کو ادائیگیٔ حج کے لیے بھیجا۔ حضورؐ نے ۹ ہجری کا سال اصلاحات وتبدیلیوں کے لیے استعمال کیا۔ آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ذریعے ۹ ہجری کے حج کے موقع پر بہت سے اعلانات کروائے۔ یہ اعلانات حج کے نظام کی تطہیر، دیگر قوموں کے ساتھ معاہدات، جاہلی رسومات پر پابندی اور دیگر دینی وانتظامی امور کے متعلق تھے۔ یہ اعلان بھی ہوا کہ اگلے سال حضورؐ حج کے لیے تشریف لائیں گے۔ چنانچہ ۹ ہجری کا سال آپؐ نے اگلے سال حج کے لیے ماحول کی صفائی میں صرف کیا۔ گویا یوں ہوا کہ رسول اللہؐ نے حج پر اپنے تشریف لے جانے سے پہلے حج کے پورے نظام کی تطہیر فرمائی اور حج کو اللہ اور مسلمانوں کے لیے خالص کر دیا۔ پھر حضورؐ نے ۱۰ ہجری کا حج ادا کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

بتوں کا خاتمہ

پہلی تبدیلی جناب نبی کریمؐ نے یہ فرمائی کہ فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ، حرم پاک اور مکہ مکرمہ کو بتوں سے صاف کر دیا۔ فتح مکہ سے پہلے یہ جگہیں بتوں کی آماجگاہ تھیں اور وہاں سینکڑوں بت نصب تھے۔ مسجد حرام میں بھی، بیت اللہ کے اندر بھی، اور حرم کے ماحول میں بھی۔ لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے، صفا ومروہ کی بھی کرتے تھے، اور بتوں کے سامنے حاضری بھی دیتے تھے۔ حج کے دنوں میں یہ عبادت اور شرک کے کام ساتھ ساتھ ہی ہوتے تھے۔ جناب نبی کریمؐ نے حج کے نظام میں پہلی تبدیلی یا اصلاح یہ فرمائی کہ فتح مکہ کے بعد بیت اللہ، مسجد حرام، حرم کی حدود، بلکہ پورے جزیرۃ العرب کو بتوں سے پاک کر دیا۔ یہ ایک بڑی تبدیلی تھی کہ بیت اللہ اور حرم کا ماحول بتوں سے پاک ہوا۔ اللہ کی عبادت کے ساتھ اور اللہ کے گھر کی حاضری کے ساتھ جو بتوں کی شرکت ہوتی تھی وہ ختم ہوگئی۔ اِس طرح حج خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگیا۔

جوا اور لاٹری کا خاتمہ

اسی طرح حرم کی حدود میں بت پرستی کے ساتھ ساتھ مذہبی حوالے سے جوا اور لاٹری کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

لوگ مختلف پہلوؤں سے وہاں بتوں کے ذریعے، بتوں کی موجودگی اور سائے میں لاٹری اور جوا کھیلتے تھے۔ اس کی مختلف شکلیں تاریخ اور احادیث میں مذکور ہیں۔ مثال کے طور پر بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ جناب نبی کریمؐ نے جب بیت اللہ کے بت توڑے تو اُن میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے بت بھی تھے۔ بت اس طریقے سے بنائے گئے تھے کہ ان کے ہاتھوں میں جوئے کے تیر پکڑائے گئے تھے۔ جناب نبی کریمؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا قاتلھم اللّٰہ اللہ ان کا بیڑا غرق کرے کہ مشرکین نے ان بزرگوں کے ہاتھوں میں بھی تیر پکڑا دیے حالانکہ ان کو پتہ تھا کہ ان بزرگوں نے زندگی میں کبھی لاٹری یا جوا نہیں کھیلا۔ چنانچہ جس طرح حضورؐ نے وہاں سے بتوں کو صاف کیا اسی طرح یہ لاٹری، جوا اور اَزلام وغیرہ کا سلسلہ بھی حضورؐ نے وہاں سے ختم فرما دیا۔ یہ حج کے نظام میں دوسری بڑی اصلاح تھی جو رسول اللہؐ کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

حج صرف مسلمانوں کے لیے

تیسرے نمبر پر جناب نبی کریمؐ نے حج کے نظام میں جو تبدیلی کی وہ یہ تھی کہ حج کو صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دیا۔ اس سے پہلے کسی مذہب یا قومیت کی قید نہیں تھی اور حج کے لیے کوئی بھی آ سکتا تھا۔ موحد ومؤمن، مشرک وبت پرست، کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو سب آتے تھے اور اپنے اپنے طریقے پر حج ادا کرتے تھے۔ لیکن جناب نبی کریمؐ نے قرآن مجید کے حوالے سے اعلان فرما دیا کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِم ھٰذَا (سورہ التوبہ:۲۸) اے ایمان والو! مشرک تو ناپاک ہیں، اس لیے اِس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آنے پائیں۔

فتح مکہ سے پہلے سب حج کے لیے آتے تھے، حضورؐ نے اعلان فرما دیا کہ اب کے بعد کوئی غیر مسلم حج کے لیے نہیں آئے گا۔ حج مسلمانوں کے دینی فرائض میں سے ہے، مسلمانوں کی عبادت ہے، اس لیے یہ صرف مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص ہے۔ یہ تیسری بڑی اصلاح تھی جو جناب نبی کریمؐ نے حج کے نظام میں فرمائی۔

ننگے طواف کی رسم کا خاتمہ

جناب رسالت مآبؐ نے چوتھی تبدیلی یہ فرمائی کہ ننگے طواف کی جاہلی رسم کا خاتمہ کر دیا۔ جاہلیت کے زمانے میں بہت سے قبائل کے لوگ حج کے لیے آتے تھے تو وہ ننگے طواف کرتے تھے۔ مرد تو بالکل ننگے ہوتے تھے، کوئی ایک دھاگہ بھی ان کے جسم پر نہیں ہوتا تھا جبکہ عورتوں نے پہلوانوں کی طرح کی ایک لنگوٹی سی باندھی ہوتی تھی۔ ان کا

فلسفہ یہ تھا کہ جب ہم اللہ کی طرف سے دنیا میں آئے تھے تو ننگے آئے تھے، اس لیے ہم اللہ کے گھر بھی اسی حالت میں حاضری دیں گے۔ قریش والے حمس کہلاتے تھے یعنی برتر لوگ جنہیں آج کی اصطلاح میں وی آئی پی کہہ لیں۔ یہ بڑے، برگزیدہ اور چُنے ہوئے لوگ سمجھے جاتے تھے۔ اس زمانے میں رواج یہ بن گیا تھا کہ حج کے لیے کسی آنے والے کو قریش والے اگر کوئی لباس دے دیتے تو وہ لباس تبرک سمجھ کر پہنا جاتا تھا۔ لیکن قریش والے اگر کسی مرد یا عورت کو لباس نہ دیتے تو وہ ننگے ہی طواف کرتے تھے۔ چنانچہ جناب نبی کریم ? نے اس کی ممانعت فرمادی اور حج کا لباس متعین کر دیا کہ مرد دو چادروں میں آئیں گے جبکہ عورتیں مکمل لباس میں آئیں گی۔ کوئی مرد یا عورت ننگا طواف نہیں کر سکے گا۔ یہ ایک بڑی اصلاح حج کے نظام میں حضورؐ نے فرمائی۔ چنانچہ حج کے موقع پر ایک عجیب منظر ہوتا ہے کہ کوئی کسی ملک کا صدر ہو یا کلرک، مالک ہو یا نوکر، تاجر ہو یا مزدور، پیر ہو یا مرید سب کے جسموں پر دو چادریں ہوتی ہیں۔ کسی مرد کے لباس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ شخص دنیا کے اعتبار سے کس سطح یا گریڈ کا آدمی ہے، سب برابر نظر آتے ہیں۔ تو نبی کریمؐ نے حج کے نظام میں یہ تبدیلی فرمائی کہ ننگے طواف کو ممنوع قرار دے دیا اور اعلان فرمادیا کہ آئندہ کوئی بھی ننگا مرد یا ننگی عورت طواف کے لیے نہیں آئیں گے۔

صفا مروہ کی سعی کا لزوم

پانچویں اصلاح جو حج کے نظام میں ہوئی قرآن مجید نے اس کا اظہار کیا جبکہ حضورؐ نے پھر اس کا نفاذ کیا۔ جاہلیت کے زمانے میں حج کی ترتیب یہ ہوتی تھی کہ حج کا طواف تو سب لوگ کرتے تھے لیکن صفا مروہ کی سعی سب لوگ نہیں کرتے تھے۔ صفا و مروی کی سعی صرف قبیلہ قریش اور ان کے حلیف چند قبائل کرتے تھے۔ بہت سے قبائل ایسے تھے جو صفا و مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے۔ اس کا ذکر بھی حدیث میں آتا ہے کہ اس کی وجہ کیا تھی۔ اصل میں تو صفا و مروہ کی سعی حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ محترمہ حضرت ہاجرہؓ کی یاد میں ہے۔ یہ اس واقعہ کی یاد میں ہے جب وہ اپنے معصوم بچے اسماعیلؑ کے لیے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑی تھیں۔ تو بعض حضرات کا یہ کہنا تھا کہ حضرت ہاجرہؓ قریش والوں کی ماں تھیں اس لیے بس وہ ہی ان کی یاد میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں، باقیوں کو دوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ بعض یہ بھی کہتے تھے کہ یہ جاہلیت کی بات ہے۔ انس بن مالکؓ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو اسے جاہلیت کی بات سمجھتے تھے۔ انصار مدینہ کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج صفا و مروہ کی سعی کو جاہلیت کی بات سمجھتے تھے کہ یہ کیا بات ہوئی کہ ماں ایک دفعہ دوڑی تھی تو بس قیامت تک ان دو پہاڑیوں کے درمیان

دوڑتے ہی رہو۔ تو یہ وجہ اس بات کا باعث تھی کہ قریش اور ان کے حلیف قبیلوں کے علاوہ لوگ صفا و مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے۔ انس بن مالکؓ خود فرماتے ہیں کہ ہم صفا و مروہ کی سعی کو تأثم یعنی گناہ سمجھتے تھے۔

غیر قریش جو صفا و مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے، وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد اپنے اپنے بت خانوں میں حاضری دیتے تھے۔ لیکن جب جناب نبی کریمؐ نے فتح مکہ کے بعد سارے بت صاف کروا دیے تو غیر قریش کو یہ الجھن پیش آئی کہ وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد کہاں جائیں۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے بیت اللہ کے طواف کے بعد قدید کے مقام پر اپنے بت خانے منات میں حاضری دیا کرتے تھے اور ہماری وہی سعی ہوتی تھی۔ ہمیں یہ الجھن پیش آئی کہ اب ہم کیا کریں گے، قریش والے تو صفا و مروہ کی سعی کریں گے لیکن ہم تو سعی نہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ تو انصار مدینہ نے جناب نبی کریمؐ کے سامنے یہ مشکل عرض کی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس کی وضاحت فرما دی کہ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا۔ (سورہ البقرہ:۱۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر (نشانیوں) میں سے ہیں، جو آدمی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے، تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اِن (صفا و مروہ کی پہاڑیوں) کے درمیان بھی چکر لگا لے۔

پہلے تو یہ وضاحت فرمائی کہ حضرت ہاجرہؓ کا واقعہ تو اپنی جگہ ہے لیکن صفا و مروہ خود اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ جس طرح بیت اللہ شعائر اللہ میں سے ہے اسی طرح صفا و مروہ بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ تو جو لوگ صفا و مروہ کی سعی کرنے کو حرج کی بات سمجھتے تھے قرآن مجید نے پہلے تو ان کا ذہن صاف کیا، اس کے بعد کہا کہ جو حج اور عمرہ کرے اس کے لیے صفا و مروہ کی سعی کوئی حرج کی بات نہیں ہے بلکہ یہ حج و عمرہ کے ضروری مناسک میں سے ہے۔ جیسے بیت اللہ کا طواف شعائر اللہ کی تعظیم ہے ایسے ہی صفا و مروہ کی سعی بھی شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ اس طرح یہ صفا و مروہ کی سعی مستقلاً حج کے مناسک میں شامل ہوئی جو اس سے پہلے سب لوگوں کے لیے نہیں سمجھی جاتی تھی۔ حج کے نظام میں یہ ایک بڑی تبدیلی آئی جناب نبی کریمؐ کی اصلاحات سے۔

وقوفِ عرفات سب کے لیے

حج کا سب سے بڑا رکن عرفات کا وقوف ہے۔ ۹ ذی الحج کی صبح منٰی سے چلنا اور مغرب تک عرفات میں رہنا، پھر وہاں سے مزدلفہ واپس آنا۔ اس وقوف میں خطبہ بھی ہے اور نمازیں بھی ہیں، لیکن اس میں اصلاً وہ وقوف ہے کہ

عرفات کے میدان میں وقت گزارا جائے اور موقع و ذوق کے مطابق تلبیہ، ذکر اذکار اور عبادات وغیرہ کی جائیں۔ یعنی اس میں اصل بات وقوف کی ہے کہ ۹ ذی الحج کا بڑا حصہ عرفات کے میدان میں گزارا جائے۔ قبیلہ قریش کے لوگ عرفات میں نہیں جاتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ نَحْنُ حُمُسٌ کہ ہم خاص لوگ ہیں، وی آئی پی ہیں، اس لیے ہمارے لیے عرفات کا وقوف ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ وہ حرم کی حدود میں رہتے تھے۔ حرم کی حدود میں کچھ حصہ منٰی کا بھی ہے اور کچھ حصہ مزدلفہ کا بھی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ عرفات تک وہ لوگ جائیں جو باہر سے آئے ہیں اور جو غیر قریش ہیں۔ اس لیے باقی لوگ تو عرفات چلے جاتے تھے لیکن قریش والے حرم کی حدود میں رہتے تھے۔ یہ ان کا ایک امتیاز اور برتری سمجھی جاتی تھی۔ بخاری کی روایت ہے کہ جبیر ابن مطعمؓ جو طائف کے رہنے والے تھے، ان کے والد مطعمؓ ابن عدی وہی ہیں جنہوں نے حضورؐ پر طائف میں پتھراؤ کے بعد راستے میں آپؐ کو پناہ دی تھی۔ جبیر ابن مطعمؓ کہتے ہیں کہ میرے اونٹ گم ہو گئے تھے، میں اونٹوں کی تلاش میں عرفات تک آیا تو لوگ حج کر رہے تھے۔ وہاں عرفات کے میدان میں ایک خیمے کے متعلق مجھے معلوم ہوا کہ وہ خیمہ حضرت محمد رسول اللہؐ کا ہے۔ جبیرؓ کہتے ہیں کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ وہ تو قبیلہ قریش میں سے ہیں اور ہاشمی ہیں، وہ یہاں کیا کر رہے ہیں! ان کا مقام تو حرم کی حدود کے اندر تھا اور انہوں نے تو عرفات میں نہیں آنا تھا۔

چنانچہ یہ قریش کے امتیاز کی جو رسم تھی قرآن مجید نے اس کو توڑا اور قریش کو حکم دیا کہ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسِ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰه۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرُ الرَّحِيْم (سورہ البقرہ:۱۹۹) پھر تم بھی وہیں سے لوٹ کر (عرفات کا وقوف کر کے) واپس آؤ جہاں سے لوگ لوٹ کر آتے ہیں اور اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اللہ رب العزت نے اس حوالے سے اونچ نیچ اور برتری کا تصور اور وی آئی پی سسٹم ختم کر دیا۔ لباس کے معاملے میں بھی ختم کیا اور عرفات کی حاضری کے معاملے میں بھی ختم کیا۔ چنانچہ نبی کریمؐ جو قبیلہ قریش میں تھے اور ہاشمی تھی، آپؐ خود عرفات تشریف لے گئے اور سارے صحابہ کرامؓ نے عرفات میں وقوف کر کے حج ادا کیا۔ اس طرح یہ بھی حج کے نظام میں ایک بڑی تبدیلی تھی۔

حالت احرام میں اپنے گھروں میں جانا

حضورؐ نے قرآن مجید کے حوالے سے حج کے نظام میں ایک تبدیلی مزید کی۔ ہوتا یوں تھا کہ جاہلیت کے زمانے میں مکہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ اپنے گھروں سے احرام باندھ کر آتے تھے تو وہ حج کے ختم ہونے تک

اپنے گھروں میں واپس جانا معیوب سمجھتے تھے۔لیکن انہیں اگر کسی مجبوری کے تحت اپنے گھروں کو جانا پڑ جاتا تو اس کے لیےانہوں نے ایک حل نکال رکھا تھا۔وہ گھر کے مرکزی دروازے کے بجائے گھر کے پیچھے سے دیوار پھلانگ کر یا نقب لگا کر کسی طریقے سے گھر میں داخل ہوتے تھے۔وہ کہتے تھے کہ ہم گھر کے جس دروازے سے احرام باندھ کر نکلے ہیں جب تک حج پورا نہیں ہوجاتا ہم اس دروازے سے گھر میں داخل نہیں ہوں گے۔قرآن مجید نے اس سے بھی منع فرمادیاوَلَيۡسَ الۡبِرُّ بِأَنۡ تَأۡتُوا الۡبُيُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَأۡتُوا الۡبُيُوۡتَ مِنۡ أَبۡوَابِهَا، وَاتَّقُوا اللّٰه لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (سورہ البقرہ:۱۸۹)اور نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ،اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرے،اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہو،یہ دروازے اسی لیے ہیں۔کوئی حرج کی بات نہیں ہےاوراس سے احرام یا حج پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔اگر ضرورت پڑے تو اپنے گھروں میں جاسکتے ہو لیکن سیدھے دروازے سے داخل ہوکر۔

احرام کے لیے میقات کا تعین

حضورؐ نے مکہ مکرمہ میں حاضری کے لیے جب احرام کی پابندی لگائی کہ حج یا عمرہ کے لیےاحرام باندھ کر آؤ تو حرم کے چاروں طرف سے میقات کی حدود کا تعین کردیا۔یہ حدود جاہلیت کے زمانے میں نہیں تھیں۔مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ،عراق والوں کے لیے ذات العرق،اہل نجد والوں کے لیے قرن،شام کی طرف سے آنے والوں کے لیے جحفہ،اور یمن وغیرہ کے علاقوں کی طرف سے یلملم۔حضورؐ نے حج وعمرہ کے لیے احرام باندھ کر آنے کو لازم قرار دیا اور اس کے ساتھ یہ حدود متعین کیں کہ حرم کے ارد گرد ان جگہوں سے آگے تم احرام کے بغیر نہیں آسکتے۔یہ حضورؐ نے میقات مقرر فرمائے اور اس کے ساتھ احرام کی پابندیاں اور احرام کے مسائل واحکام متعین کیے کہ خوشبو کا استعمال نہیں ہوگا،میاں بیوی کا باہمی تعلق نہیں ہوگا وغیرہ۔ان کے علاوہ دیگر پابندیاں بھی عائد کیں جو حج وعمرہ کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں۔چنانچہ حضورؐ نے حج کے نظام میں یہ ایک بڑی تبدیلی کی جس سے حج ایک ڈسپلن اور سسٹم کے تحت چلنے لگا۔

عرفات،منٰی ومزدلفہ کے اوقات کا تعین

جاہلیت کے زمانے کے حج میں یوں ہوتا تھا کہ لوگ عرفات سے دن کی روشنی میں ہی مزدلفہ کے لیے چل

پڑتے تھے، جبکہ مزدلفہ سے صبح سورج نکلنے کے کافی عرصہ بعد منٰی جاتے تھے۔ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا اور یہ متعین کیا کہ عرفات سے مزدلفہ کے لیے غروب آفتاب کے بعد نکلو اور دو نمازیں مزدلفہ میں اکٹھی پڑھو۔ اور پھر مزدلفہ سے منٰی جانے کے لیے طلوع آفتاب سے پہلے نکلو۔ حضورؐ نے اس پرانے طریقے سے منع فرمادیا کہ جس کے مطابق لوگ سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات سے نکلتے تھے اور سورج طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے نکلتے تھے۔ چنانچہ یہ اصلاح اور تبدیلی بھی حضورؐ نے فرمائی۔

خرید و فروخت کی اجازت

ایک تبدیلی قرآن مجید نے مزید ذکر کی جو کہ دراصل اللہ تعالٰی کی طرف سے ایک سہولت ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ۔ (سورہ البقرہ:۱۹۸) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ (حج کے دِنوں میں) اپنے رب کا فضل (معاش) تلاش کرو۔ جاہلیت کے دور میں قبائل میں یہ بات عام تھی کہ لوگ جب حج کے لیے آتے تھے تو حج کے دوران کوئی خرید و فروخت اور بیع و تجارت وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ حج کے ایام میں اور حج کے دوران یہ بیع شراء کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن حج سے فارغ ہو کر پھر بڑے بڑے میلے لگتے تھے، عکاظ کا میلہ لگتا تھا، ذوالمجنہ کا میلہ لگتا تھا۔ اللہ تعالٰی نے یہ فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے، تجارت کو مقصد بنا کر مت جاؤ لیکن اگر کسی چیز کی خرید یا فروخت کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو حج کے دوران اللہ کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حج کے نظام کے متعلق یہ چند اصلاحات جو میرے مطالعہ میں آئیں وہ میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن و حدیث کے حوالے سے ذکر کی ہیں۔ حج کے حوالے سے ایک اور بات میں یہاں عرض کرنا چاہوں گا کہ حج کے شرعی تقاضوں کے علاوہ ایک اور تقاضہ بھی ہے، اور وہ ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری۔ اگرچہ یہ حج کے مناسک کا حصہ نہیں ہے، لیکن بہرحال یہ حج کے سفر کے تقاضوں میں سے ہے۔ حضورؐ کی ایک روایت کا مفہوم بھی یہ ہے کہ جو بیت اللہ کے لیے آئے وہ مجھ سے ملنے کے لیے بھی آئے۔ ایک مسلمان کے لیے یہ بات ویسے بھی قابل تصور نہیں ہے کہ وہ بیت اللہ میں تو جائے لیکن مسجد نبوی میں حاضری دیے بغیر اپنے ملک، اپنے گھر واپس آجائے۔ آج کے دور میں جو حج ہوتا ہے اس میں حاجی حضرات یہ دو تصور لے کر جاتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کریں گے اور روضۂ رسول پر حاضری دیں گے۔ چنانچہ مسلمان دنیا بھر سے حج و عمرہ کے لیے جاتے ہیں اور وہ حج سے پہلے یا بعد میں مسجد نبوی میں حاضری دیتے ہیں، وہاں نمازیں پڑھتے ہیں، روضۂ اطہر کے سامنے صلوٰۃ و

سلام کہتے ہیں، جو کہ بڑے ثواب واجر کی بات ہے۔ کچھ لوگ تو روضۂ رسول پر حاضری کو با قاعدہ حج کا منسک ہی سمجھتے ہیں، جو کہ شرعی منسک تو نہیں ہے لیکن بہرحال آداب کے تقاضوں میں سے ہے۔ یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اللہ تعالٰی کسی کو اپنے گھر اور حضورؐ کے روضۂ اطہر کی حاضری کی سعادت دیں۔

ہماری دعا ہے کہ جو حضرات حج کے لیے حرمین شریفین پہنچے ہوئے ہیں یا پہنچنے والے ہیں، اللہ تعالٰی ان کی حاضری اور حج قبول فرمائیں، اور ہمیں بلکہ سب مسلمانوں کو بار بار حاضری کی توفیق عطا فرمائیں۔

::: جامعہ نصرۃ العلوم کا ایک اور بڑا اعزاز :::

[رپورٹ: مولانا قاری سعید احمد]

مورخہ ۱۵، جون ۲۰۲۱ء بروز منگل بوقت صبح ۱۰ بجے بمقام تاک ہوٹل، بلیو ایریا اسلام آباد میں وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے زیر اہتمام ۳۷ واں قومی مقابلہ حفظ القرآن وحسن قرأت منعقد ہوا، جس میں ہر صوبہ سے پوزیشن ہولڈر طلباء نے شرکت کی، حفظ کے مقابلہ پارہ ۱ تا ۱۵ میں جامعہ نصرۃ العلوم کے شعبہ تجوید (سال دوم) کے طالب علم حافظ نور حسنین بن وسیم ڈار آف گوجرانوالہ نے اول، اور مکمل قرآن پاک میں دوئم پوزیشن جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل القراءات العشر قاری عمر خالد نے حاصل کی۔ ۱۶، جون کو تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی، جس میں وزیر مذہبی امور جناب نور الحق قادری بطور مہمان خصوصی تھے، جنہوں نے اول، دوئم، سوئم آنے والے طلباء میں نقد انعامات اور شیلڈز تقسیم کیں۔ حافظ نور حسنین نے ۸۰ ہزار روپے نقد انعام، قومی ایوارڈ اور شیلڈ، جبکہ قاری عمر خالد نے ۶۰ ہزار روپے نقد انعام، قومی ایوارڈ اور شیلڈ حاصل کر کے اپنے مادر علمی جامعہ نصرۃ العلوم کا نام روشن کیا، اب یہ دونوں طلباء انٹرنیشنل مقابلہ حفظ القرآن جو بیرون ممالک میں منعقد ہوگا، جامعہ نصرۃ العلوم کی طرف سے اس میں پاکستان کی نمائندگی کریں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

......☆......☆......☆......☆......

وفیات

[۱] جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل و مدرس شعبہ تجوید عزیز القدر قاری وسیم اللہ امین کی نو عمر بھتیجی آمنہ ضیاء جسے کسی شقی القلب، وحشی اور درندہ صفت انسان نے اسکول سے واپسی پر اغوا کے بعد قتل کر دیا تھا، جس کی لاش ایک کھیت سے ملی تھی، ۱۹ اجون ۲۰۲۱ء کو اسے ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپرِدِ خاک کر دیا گیا، یہ اس قدر ہولناک واقعہ ہے کہ ہر آنکھ اشک بار ہے اور صدمہ سے قلوب چھلنی ہیں، اس بچی کے گھر والوں پر اچانک قیامتِ صغریٰ قائم ہوگئی ہے، اللہ کریم ہی ظالموں کو اپنی پکڑ میں لے اور اس خاندان کو صبرِ جمیل سے نوازے، اس اندھیر نگری میں کس کے سامنے احتجاج یا مطالبہ کیا جائے، ہم اس خاندان کے غم میں برابر شریک ہیں، مختلف مقامات سے احقر سے اس حادثہ فاجعہ پر لوگوں نے تعزیت کی ہے، جانشینِ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد نقشبندی حفظہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں نے بھی فون پر تعزیت اور دعا کی ہے، اللہ کریم اس بچی کے والدین، خاندان اور لواحقین کو حوصلہ نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

[۲] جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل تجوید قاری رضوان الرحمٰن کے والد بھی گزشتہ ماہ گوجرانوالہ میں انتقال فرما گئے ہیں، مرحوم نیک و صالح اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور جامعہ نصرۃ العلوم کے قدیم خیر خواہ اور متعلقین میں سے تھے۔

[۳] جامع مسجد نور کے قدیم نمازی حاجی غلام رسول مرحوم کی اہلیہ اور صلاح الدین صاحب کی والدہ گزشتہ ماہ انتقال فرما گئی ہیں، مرحومہ نیکوکارہ اور صالحہ خاتون تھی، ان کی نماز جنازہ بھی جامع مسجد نور میں ہی اداء کی گئی۔

☆ قارئین کرام ان تمام وفات پانے والے خواتین وحضرات کیلئے اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ ان کی غلطیوں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین یارب العالمین۔

Tel
055
4218530

MONTHLY
NUSRAT-UL-ULOOM
GUJRANWALA

SR
22

e-mail:nusratululoom@gmail.com

ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم کی مطبوعات

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱	قرآن مجید (مترجم)	۲۸	فیوضات حسینی
۲	دمغ الباطل (فارسی)	۲۹	تکمیل الاذہان
۳	مقالات سواتی	۳۰	تفسیر آیت النور
۴	مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علوم و افکار	۳۱	مجموعہ رسائل (حصہ دوم)
۵	مفسر قرآن نمبر	۳۲	نور و بشر
۶	شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان	۳۳	سعدیات فارسی
۷	الطاف القدس	۳۴	کریما سعدی (مترجم)
۸	مجموعہ رسائل (حصہ اول)	۳۵	عقیدۃ الطحاوی
۹	مباحث کتاب الایمان مسلم شریف	۳۶	احکام عمرہ
۱۰	احکام حج	۳۷	میزان البلاغہ
۱۱	نماز مسنون خورد	۳۸	فیض المحدثین
۱۲	تشریحات سواتی	۳۹	امام اعظمؒ عدم واستقلال وتابعیت اور صحابہؓ سے روایات
۱۳	الفقہ الاکبر	۴۰	بیس تراویح
۱۴	اصطلاحات تیسیر المنطق	۴۱	امام محمدؒ اور ان کی کتب کا اجمالی تعارف
۱۵	حجۃ الاسلام (عربی)	۴۲	صرف ولی اللہی
۱۶	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۴۳	مختصر ترین اور جامع اذکار
۱۷	نام نہاد اہلحدیث	۴۴	احکام قربانی
۱۸	امام زہریؒ	۴۵	دروس الحدیث (مکمل 4 جلد)
۱۹	حی علی الفلاح	۴۶	عون الخبیر شرح الفوز الکبیر
۲۰	دینی مدارس اور ان کا نصاب تعلیم	۴۷	فیض الحدیث
۲۱	احکام رمضان	۴۸	درس مشکوۃ
۲۲	اجوبہ اربعین	۴۹	مفسر قرآنؒ کی تفسیر اہل علم کے نظر میں
۲۳	مبادی تاریخ الفلسفہ (عربی)	۵۰	خطبہ حجۃ الوداع تکمیل انسانیت کا عالمی پروگرام اور امن کا چارٹر
۲۴	حاصل مطالعہ	۵۱	الاکابر
۲۵	نماز مسنون کلاں	۵۲	شواہدات
۲۶	خطبات صدارت	۵۳	فیض القرآن
۲۷	دلیل المشرکین	۵۴	ذوق مطالعہ

ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ پاکستان